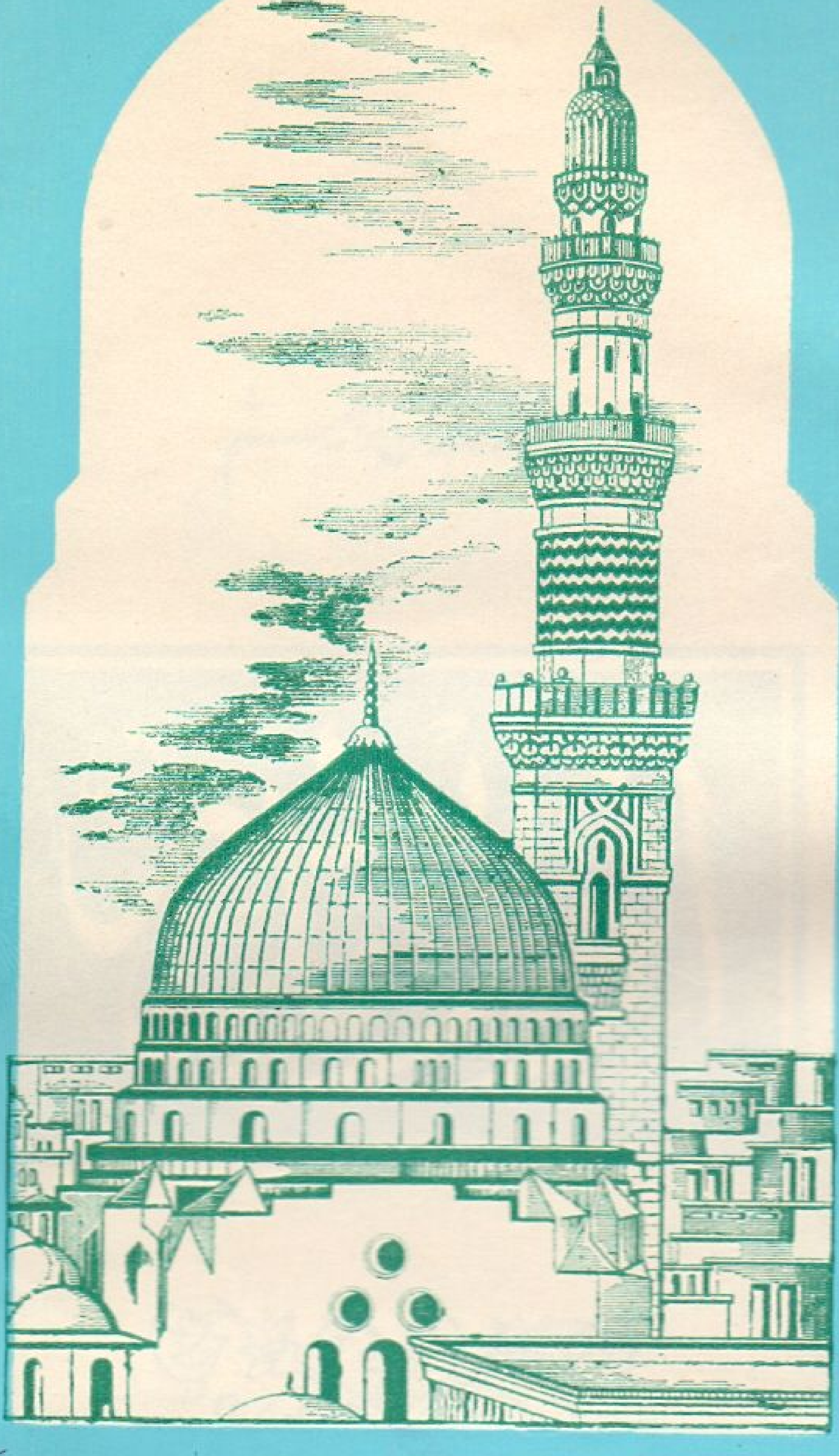

یا خیر من دفنت فی الترب اعظمہ فطاب من طیبھن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

وہ سب سے اچھی ذات کہ جس کا جسدِ مبارک مٹی میں دفن کیا گیا تو اس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے

میری جان اُس قبر پر قربان ہو جس میں آپ رہتے ہیں اس میں عفت ہی عفت، سخاوت ہی سخاوت اور کرم ہی کرم ہے

ماھنامہ

انوار مدینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۳ — شمارہ : ۱۲

جمادی الاولیٰ — جون

۱۳۹۳ھ — ۱۹۷۳ء

ماہنامہ انوارِ مدینہ

نگرانِ اعلیٰ :

حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور

مدیر معاون

حبیب الرحمٰن اشرف

محتویات

اداریہ		۳
اسلام اور فریضۂ تبلیغ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	۶
حمد	محترم ممتاز بجنوری	۲۲
حضرت ابوبکرؓ	حضرت مولانا سید حامد میاں مدظلہ	۲۳
نعت النبی	حضرت مولانا عبد المنان دہلوی مدظلہ	۲۶
اکابرِ دیوبند اور عشقِ رسول ﷺ	حضرت مولانا محمد اجمل مدظلہ	۳۱
نعت	جناب احسان دانش	۳۷
حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	حضرت مولانا قاری فیوض الرحمن ایم اے	۳۹
نظم	حضرت مولانا مسعود علی آزاد مدظلہ	۵۲
تقریظ و تنقید		۵۳

اعلانات اور اشتہارات

بدل اشتراک : سالانہ سات روپے   طلبہ کیلئے پانچ روپے   فی پرچہ ۶۵ پیسے

سید حامد میاں مہتمم جامعہ مدنیہ طابع و ناشر نے مکتبہ جدید پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ انوارِ مدینہ، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقامِ مسرت ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ ہم صدرِ آزاد کشمیر اور اس کی اسمبلی کو اس ایمان افروز فیصلہ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ان کے سروں پر ہمیشہ رحمتِ باری سایہ فگن رہے۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب ان کے لیے آزاد کشمیر میں کوئی جگہ نہیں رہی یا ان پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں گے، بلکہ وہ اب بھی آزاد کشمیر کے شہری مانے جائیں گے اور حکومت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی بدستور حفاظت کرتی رہے گی، جیسے کہ دوسرے غیر مسلم فرقوں مثلاً عیسائی، ہندو وغیرہ کی حفاظت کرتی ہے، مسلمان کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا، جتنا ان کا حق ہے وہ انھیں ضرور ملے گا۔ البتہ اب وہ خود کو مسلمانوں میں مخلوط نہیں کرسکیں گے۔

بہرحال آزاد کشمیر اسمبلی گوئے سبقت لے گئی اور اس نے وہ کام کیا کہ جو مسلمان ممبروں پر مشتمل اسمبلی کو زیب دیتا ہے۔

ہم وہاں کی حزبِ اختلاف کے ممبروں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں

کا احساس کریں اور اس موقع پر صدرِ آزاد کشمیر کی بھرپور حمایت کر کے دنیا و آخرت میں اپنی سرخروئی کا سامان کریں۔

ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام فتنوں سے مامون و محفوظ رکھے اور پاکستان کی اسمبلی کو بھی یہ توفیق بخشے کہ وہ بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر رحمتِ باری کی مستحق بنے۔ آمین۔

خارجی اور داخلی سلامتی

اس وقت ملک جس سیاسی بحران سے گزر رہا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ خارجی سیاست اور داخلی سیاست دونوں ہی ایک بحرانی کیفیت سے ہمکنار ہیں۔

بلوچستان کے مسائل کی گتھی سلجھنی از حد ضروری ہے۔ ورنہ اگر زیادہ پیچیدگی پیدا ہوگئی تو نہ معلوم حالات کیا رُخ اختیار کرلیں۔

ہم ان حالات میں دست بدعا ہیں کہ حق تعالیٰ ہمارے راہنماؤں کو صحیح راستہ پر چلائے۔

خوشخبری

فضلائے دار العلوم دیوبند کے لیے یہ امر باعث خوشی ہے کہ انکی سندِ فضیلت کو انٹر یونیورسٹیز کی میٹنگ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۳ء میں ایم۔ اے اسلامیات کی ڈگری کے برابر قرار دیدیا گیا ہے کہ ان کی تمام محکموں میں تقرری ہوسکتی ہے اور وہ پڑھا سکتے ہیں فیصلہ کا متن یہ ہے۔

To recommend that the Sanad of "Fazil - E Deoband" may be treated as equivalent to the Degree of M.A. Islamiyat of the University for the purpose of appointment and teaching

No — 1630 — 33 / Acad

ہم یونیورسٹیوں کے اہل حل وعقد و قدرداں حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس طرف توجہ کر کے کھُلے دل سے عُلماء کرام کی فضیلتِ علمی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ اقدام کیا۔ اگرچہ دارالعلوم دیوبند کا فاضل ایم۔اے۔ اسلامیات اور ایم۔اے عربی۔ دونوں سے بہت زیادہ پڑھا ہوا ہوتا ہے اور اُسے کم از کم ڈبل ڈگری ملنی چاہیئے۔ لیکن اس طویل دور ماضی میں تو اتنی بھی توجہ نہ دی گئی تھی اس اعتبار سے ہم یونیورسٹیوں کے اہل علم کو مبارکباد دیتے ہیں۔

چھینٹے چھینٹے

ہم دیدۂ خون بار کے ساتھ یہ لکھ رہے ہیں کہ ۹ جمادی الاول کو حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اور ۱۰ جمادی الاول کو حضرت مولانا پیر سید خورشید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مدنی رح انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (دونوں بزرگوں پر تفصیلی اداریہ اگلے شمارہ میں انشاء اللہ)

اسی طرح گذشتہ دنوں خوشاب ضلع سرگودھا کے ایک نہایت اچھے بزرگ، حاجی فیض محمد صاحب انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آپ کو حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رح سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اور ان کی حسب ہدایت پاکستان میں مقیم ان کے مجاز سے تکمیل سلوک فرمائی اور مجاز ہوئے، آپ علاقہ بھر میں اپنے اخلاق اور نیکیوں کے باعث معروف تھے،

ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو جوار رحمت میں جگہ اور ان کے پس ماندگان کو صبر و اجر عطاء فرماتے۔ اور ان مرحومین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین،

اسلام اور فریضۂ تبلیغ

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

مرسلہ الحاج عبدالکریم صاحب صابر

تبلیغ کی ضرورت : دنیا کے تمام عقلاً کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے انسان کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے، تو اس کی مدد کرے اور حتی الوسع اس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے۔ اسی بنا پر گڑھے اور کنوؤں میں گرنے والوں، درندوں اور زہریلے جانوروں کے شکار ہونے والوں، ظالم اور خونخوار حیوانوں کے پنجوں میں پھنسنے والوں، فاقہ اور افلاس و امراض میں مبتلا ہونے والوں وغیرہ وغیرہ کی مدد ہر قوم اور ہر مذہب میں ضروری خیال کی جاتی ہے، جبکہ دنیاوی چند روزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کی تکلیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے تو اخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی روح کی تکالیف سے بچانا کیا اس سے بدرجہا زائد لزوم والا فریضہ شمار نہیں کیا جائے گا؟ اس لیے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اخروی زندگی اور روحانی امراض سے شفایابی کی طرف پوری توجہ کرے۔ دوسری وجہ جبکہ حسب تعلیماتِ اسلامیہ تمام افرادِ انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مقتضیاتِ طبعیہ اور صورت وسیرت میں سب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں، اس لیے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کے ہم پر حقوق ہیں اور انہی کی بنائ پر ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں، اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہوگا کہ ہم اپنے ہر بھائی انسان کی

ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں۔ اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہوگا، کہ ہم اپنے ہر بھائی انسان کی

ہمدردی کریں اور اس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلانے کی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی خوشنودی تک پہنچانے کی نعم ابدی اور روحانی زندگی کے حاصل کرانے کی ہر ممکن کارروائی سے دریغ نہ کریں۔ تیسری وجہ اگر ہر ڈاکٹر ہر حکیم ہر وید کا فرض ہے کہ کسی مبتلائے امراضِ جسمانی کو دیکھ کر اسکا علاج کرے تو اسی طرح ہر حکیم روحانی کا فرض ہوگا کہ روحانی مریضوں کے علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کرے اگر جس طرح جسمانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے جسمانی ڈاکٹروں اور حکیموں وغیرہ کے فرائض میں فرقِ مراتب ہوتا ہے۔ اسی طرح روحانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے روحانی حکیموں کے فرائض میں فرق ہوگا۔ جو روحانی امراض روحانی زندگی کو فنا کرنے میں ویسا ہی مرتبہ رکھتے ہیں جو کہ طاعون، ہیضہ، سل وغیرہ جسمانی امراضِ مہلکہ جسمانی زندگی کے فنا کرنے میں رکھتے ہیں ان کے رفع کرنے میں ان کا فریضہ نہایت ہی اکید و شدید ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقی معنوں میں کامل اور مکمل مذہب ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی عام ہمدردی کا بہت زور شور سے مؤید ہے۔ فرمایا جاتا ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت (ہمیشہ کے لیے) ہو جائے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کرے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں) دوسری جگہ فرماتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (تم لوگ (اُمّتِ محمدیہ) ان تمام اُمتوں سے بہتر ہو جو کہ لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں، کیونکہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو) اس قسم کے احکام قرآن شریف میں متعدد مقامات پر ذکر فرمائے گئے ہیں۔ احادیث میں بھی اس پر نہایت پُر زور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں فرماتے ہیں: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے ویسی چیز دوست نہ رکھے، جیسی اپنے لیے پسند کرتا ہے۔) کہیں علاماتِ ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ (آدمیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دوستی رکھے) یعنی یہ کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور اس کے پیارے۔ اسی عام ہمدردی کی بنا پر فرمایا جاتا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس (لوگوں میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کہ سب لوگوں کو نفع پہنچائے) حسبِ ارشاد سابق جبکہ "خیریت" کا مدار لوگوں کو نفع پہنچانے پر ہوا تو جس قدر نفع عظیم الشان ہوگا، خیریت بھی ویسے ہی عظیم الشان ہوگی۔ پس عذابِ آخرت سے نجات دلانا، روحانی ابدی زندگانی حاصل کرانا، امراضِ روحانی کا دُور کر دینا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت اعلیٰ درجہ کے منافع ہیں، جن کے برابر کوئی شخصی یا قومی مادی نفع نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جو شخص ایسے

منافع کا متکفل ہوگا وہ سب سے ہی اعلیٰ و افضل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام افرادِ انسانی میں اعلیٰ و اکمل ہوتے ہیں۔ ان کی نظر ہمیشہ عموم پر ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزہ و اقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لیے مبتلا کر دیتے ہیں اور پھر پروا تک نہیں کرتے اور جس طرح وہ عموم کے منافع کے درپے ہوا کرتے ہیں، اسی طرح وہ کم نفع دینے والی چیزوں اور بے قدر امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے۔ ان کا نصب العین روحانی زندگی، روحانی شفا، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں، خداوندِ عالم کا قرب، اُس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے امور ہوتے ہیں؛ البتہ انبیاء علیہم السلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہیں۔ کوئی نبی ؑ فقط اپنی قوم کا مصلح اور طبیب ہوتا ہے، کوئی اپنے تمام ملک کا ہمدرد اور ریفارمر ہوتا ہے اور کوئی تمام عالمِ انسانی اور عام خلائق کا حکیم اور بہی خواہ بنایا جاتا ہے۔ جس پیغمبر میں یہ آخری درجہ عموم کا ہوگا اور جس کی نظرِ رأفت و شفقت اس طرح عام فیض رساں ہوگی، بلاشک و شبہہ وہ تمام پیغمبروں میں اعلیٰ اور سب کا خاتم ہوگا۔ اس کے مرتبہ کو نہ کوئی پیغمبر پہنچ سکے گا اور نہ اس کے حکم سے کسی کو روگردانی کی اجازت ہوگی۔ وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہوگا جیسا تمام ملازمینِ شاہی میں صدرِ اعظم کا عہدہ ہوتا ہے جو کہ تمام شاہی قلمرو پر اور شعبہ ہائے حکومت پر حکمران ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کا زمانہ بھی تمام پیغمبروں کے زمانہ سے اسی طرح آخر میں ہوگا جیسا کہ اپیل صدرِ اعظم کے دربار میں سب سے آخر میں ہوتی ہے اور اس کے بعد اگر کوئی مرتبہ اپیل کا رہ جاتا ہے تو فقط شہنشاہ کی بارگاہ میں اپیل کا رہ جاتا ہے۔

عمومِ تبلیغ میں مسلمانوں کی خصوصیت: خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ انسانی، طبعی، عقلی، شرعی جملہ حیثیتوں سے ضروری ہے کہ عام خلائق کی بہبودی کا فکر کیا جائے اور پھر اس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیشِ نظر رکھا جائے جو کہ نہایت گرانقدر ہو اور جس قدر ان دونوں امور میں اضافہ ہوگا اسی قدر "خیریت" بڑھے گی اور اسی قدر پروردگارِ عالم کے یہاں اس کے لیے انعام اور اجر کا استحقاق ہوگا۔ یہ فریضہ مسلمانوں ہی کا سب سے بڑا فریضہ ہے، کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائسرائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے پہلے گورنر اور قدیم وائسرایوں کا حکم آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے زمانہ میں منسوخ ہو جاتا ہے اور اس آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا امپائر (شہنشاہیت) کا باغی شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ گزشتہ گورنروں کی تابعداری کا دم بھرتا ہو۔ اسی طرح نبیِ آخر الزماں کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہوں گے اس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خداوندی باغی اور مجرم قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں خداوندی پرانے پیغمبر کا

تابعدار ہوں، لہٰذا مسلمان چونکہ اس پیغمبرِ آخر الزماں کے تابعدار ہیں، اس لیے حقیقی اصلاح اور واقعی شفا فقط ان کے پاس ہے اُن کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوامِ عالم اور تمام بنی نوع انسان کی اصلاح اور شفا میں سب سے زیادہ اسی طرح کوشش کریں جس طرح اس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے، دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کے لیے شفا بخش نہیں۔

مسلمانوں کے مستحق تبلیغ ہونے کی دوسری وجہ: علاوہ ازیں چونکہ مسلمانوں کے پیغمبر تمام روئے زمین کے بسنے والے اور عام اقوام کے لیے ریفارمر اور مصلح بنائے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا جاتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔

ہم نے تم کو صرف تمام آدمیوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

نہایت برکت والی ہے وہ ذات جسنے فرقانِ حمید کو اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس لیے اُتارا کہ تمام عالموں کے لیے خدا کی پکڑ اور ناراضی سے ڈرانے والے ہو جائیں۔

اس لیے مسلمانوں کا فریضۂ اصلی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نمائندگی اور قائم مقامی کر کے تمام اقوامِ عالم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین اور شریعت سے آگاہ کریں اور ان کے سامنے حقانیت اسلام کے آفتاب کو روشن کر دیں ان کو صحیح راستہ کی طرف بُلائیں اور حقیقی شفا اور دوا پر مطلع کریں۔

غیر مُسلموں کو حقِ تبلیغ نہیں: مگر دوسروں کو جن کے پیغمبر ایسے نہیں، بوجوہ مذکورہ بالا یہ حق نہیں پہنچتا، اس لیے مسلمانوں کے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرما دیا:

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ

جو لوگ میری مجلس میں موجود ہیں وہ غائب ہونیوالوں کو (یعنی جو موجود نہیں)، میری تعلیمات پہنچا دیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

بَلِّغُوْا عَنِّىْ وَلَوْ اٰيَةً

میری طرف سے لوگوں کو احکام اور شریعت حقہ پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں:

یَا عَلِیُّ لَاَنْ یَّهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَكُوْنَ لَكَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا	اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تمہارے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ایک مرد کو بھی ہدایت کر دے تو وہ تمہارے لیے تمام دنیا اور اس کے خزانوں وغیرہ سے بہتر ہے۔

قرآن شریف میں فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔	اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ پاک ہے جس نے اپنے پیغمبر کو سچا دین اور ہدایت دے کر اس لیے بھیجا کہ وہ تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے اگرچہ کافر اس کو پسند نہ کریں۔

یہی وہ فرائض تھے جنہوں نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے ان کو نیند اور آرام حرام ہو گیا تھا۔ ان کو اپنے پیارے اوطان میں ٹھہرنا اور اپنی زندگانی کی خدمتیں کرنی وبالِ جان ہو گئی تھیں۔ اسی عام خیرخواہی نے ان کو اہل و عیال، زن و فرزند، عزیز و اقارب، تن من دھن سب سے جُدا کر دیا۔ اسی حقیقی اصلاح کے وجوب نے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اطرافِ عالم میں سچی روشنی کی مشعلیں لے کر پھیل پڑیں اور کوئی قوت خواہ کتنی ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو اگر مانع آئے، تو اس سے ٹکر کھا جائیں۔ تبلیغ سے منع کرنے والے لوگوں کی اصلی مداوات اور حقیقی شفا سے روکنے والے خُدا کی عام مخلوق کو گمراہی میں پڑے رکھنے کی کوشش کرنے والے یا تو اپنے اعمالِ قبیحہ سے باز آجائیں، ورنہ پھر قوت کا قوت سے مقابلہ کرنا ضروری ہو گا۔ جس وقت مسلمان اپنی اس سچی روشنی کو لے کر نکلے ہیں، ان کے پاس مکمل فوجیں نہ تھیں، مکمل ہتھیار نہ تھے، مکمل خزانے نہ تھے، ان کے پاس کوئی ایسی ظاہری قوت نہ تھی جو کہ قیصر اور کسریٰ اور مقوقس کا انفرادی طور پر بھی مقابلہ کر سکتی چہ جائیکہ اجتماعی طور پر کرتی، مگر چونکہ دنیا مطلوب نہ تھی، حکومت کی ہوس نہ تھی، خزانوں کا لالچ نہ تھا، اقوامِ عالم کی تجارت اور دستکاری کی خواہش نہ تھی، جوع الارض کی بیماری نہ تھی، اقوامِ عالم کو غلام بنانے کی آرزو نہ تھی، فقط حقیقی اصلاح اور خوشنودیٔ پروردگار کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی، جس کے لیے تقویٰ اور زہد نے دھونکنی کا کام دے رکھا تھا، اس لیے جو بھی ان کے سامنے آیا خواہ وہ پہاڑ ہی کیوں نہ تھا پاش پاش ہو گیا، اس کی ہستی مٹ گئی اور خدا کی سچی روشنی اطرافِ عالم میں پھیل گئی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تیس ہی برس کے عرصہ میں بحرِ اٹلانٹک کے کنارے سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ڈنکا بجنے لگا۔ افریقہ کے صحرائے اعظم سے لے کر کاکیشیا اور ارال کے دامنوں تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

اگرچہ ایک ماہر ڈاکٹر اور حاذق حکیم کا فرض یہ بھی ہے کہ اگر نادان مریض اپنے مرض پر اصرار کرنے اور دوا کے استعمال سے جان چُرائے یا عناداً اس کو استعمال نہ کرے، تو اس کو جبراً اسی طرح دوا پلا دے، جس طرح ماں باپ بچّے کو ہاتھ پیر پکڑ کر منہ کھول کر دوا پلا دیتے ہیں اور اس بنا پر وہ مستحقِ ملامت قرار نہیں دیے جاتے، بلکہ ہر طرح قابلِ ستائش قرار دیے جاتے ہیں، بلکہ ملامت ان مریضوں پر عائد ہوتی ہے اور جس طرح حاذق جرّاح کا فرض ہے کہ وہ دنبل میں نشتر لگا کر مادۂ فاسد نکال دے، اگرچہ مریض چیختا چلّاتا رہے۔ اسی طرح اگر اسلام جبراً لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بناتا اور ان کی روحانی اور جسمانی، انفرادی اور اجتماعی اصلاحات اپنے قوانینِ تریاقیہ سے کرتا، تو ہرگز مستحقِ ملامت نہ ہوتا، مگر اس نے آزادیٔ خیالات اور انسانی اختیارات پر پانی نہیں پھیرا اور جبر، تعدی، اکراہ اور بے اختیاری کی اجازت نہیں دی۔ اس نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ الخ کہہ دو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق بات تمہارے پروردگار کی طرف سے (ظاہر ہو چکی) ہے۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کُفر کرے۔ ہم نے ظالموں کے واسطے عذاب تیاّر کر رکھا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی —	دین میں کوئی اکراہ اور جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے کُھل گئی اور ظاہر ہو گئی۔ اب جو شخص بُتوں کو چھوڑے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا اس نے نہایت مضبوط ذریعہ حاصل کر لیا۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں:

اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ط	(انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم لوگوں پر اکراہ کرو گے، تاکہ مؤمن بن جائیں۔

چوتھی جگہ فرماتے ہیں:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۔ تم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لوگوں کو صرف یاد دلانے والے اور سمجھانے والے ہو، تم ان پر گماشتہ اور جبر کرنے والے نہیں ہو۔

خلاصہ یہ کہ ایمان اور اسلام کے لیے جبر و اکراہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، اگرچہ یہ حکم دینا بھی قرینِ قیاس تھا۔ ہاں جو لوگ فریضۂ تبلیغ اور اصلاحِ حقیقی سے مانع ہوئے یا مانع ہونے کی تیاری کرنے لگے، ان کے سامنے آنا اور مقابلہ کرنا ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن خطوط کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پادشاہانِ عجم کے پاس بھیجا اور ان کو اسلام کی طرف بُلایا تھا، کسی میں تلوار اور لڑائی کی دھمکی نہیں دی گئی اور یہی وجہ تھی کہ جزیہ کی مشروعیت غیر مسلموں کے لیے قرار دی گئی۔ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا جیسا کہ پادری یا آریہ اپنے پروپیگنڈوں میں اسلام سے نفرت پھیلانے کے لیے کہہ رہے ہیں، تو آج صنعاء اور یمن میں ہزاروں کی تعداد میں یہودی نظر نہ آتے۔ اسی طرح عراق (ماسوپوٹامیا)، شام (سیریہ)، فلسطین، مصر وغیرہ میں لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم جو کہ پُشتہا پُشت سے وہاں بستے ہوئے چلے آتے ہیں، پائے نہ جاتے۔

خود ہندوستان کے ان مقامات پر غور کیجیے جو کہ صدیوں مسلمانوں کی قوتوں کے جولانگاہ رہے ہیں، غیر مسلموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ضلع دہلی میں جو کہ پایۂ تخت شاہانِ اسلام رہا ہے اور جہاں فوجی قوتوں کا ہر قسم کا مکمل مظاہر رہتا تھا، سولہ فیصدی مسلمان اور باقی غیر مسلم ہیں۔ صوبہ یو پی جو کہ تقریباً ایک ہزار برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے، پندرہ فیصدی مسلمان ہیں۔ بہار جو کہ بختیار خلجی کے زمانہ سے ہیسٹنگز کے زمانہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، دس فیصدی مسلمان ہیں۔ اگر جبر و اکراہ سے مسلمان کیا جاتا، تو جبکہ مسلمانوں کی فوجی قوتیں انتہائی عروج پر تھیں، کون سی قوت ان کو بجبر مسلمان بنانے سے روک سکتی تھی۔ ہاں عیسائیت اپنی سیاہ تاریخ اٹھا کر دیکھے کہ اس نے یہودی مذہب کو یورپ کے ممالک سے کس طرح فنا کیا اور پھر اسپین، سسلی، مالٹہ، یونان، کریٹ، بلگیریا وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ آریہ قومیں اپنے گزشتہ کارناموں پر غور کریں کہ انہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں بھیل، گونڈ، کولی، چمار وغیرہ اچھوت قوموں کے ساتھ کیا معاملات کیے اور اب تک کیا کر رہے ہیں۔

چین میں آج سات کروڑ سے لے کر دس کروڑ تک مسلمانوں کی مردم شماری بتائی جاتی ہے۔ وہاں کس روز مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی؟ جزائر، سماٹرا، جاوا وغیرہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی مردم شماری مذکور ہے۔ وہاں کون سا عالمگیر یا تیمور لنگ یا محمود غزنوی حملہ آور ہوا تھا؟ ابتدائے اسلام میں جن

لوگوں نے تلوار اٹھائی تھی خود انکو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا، یہ سب محض غلط اتہامات ہیں، جو کہ دشمنوں نے اسلام کے بدنام کرنے کے لیے لگائے ہیں۔ ہمیشہ پادشاہانِ اسلام اس کے خلاف احکام جاری کرتے رہے اور رواداری اور بے تعصبی کا ثبوت دینے میں انہوں نے نہایت روشن پوزیشن پیش کی ہے۔ جھوٹ اور افترا کا تو کوئی جواب نہیں۔ ڈاکٹر بال کرشن پرنسپل راجہ رام کالج کولہاپور نے مندرجہ ذیل فارسی زبان کی ایک قدیم تحریر تلاش کر کے پائی تھی، جس سے مخالفین کی ہرزہ سرائی کا پورا پتہ چلتا ہے۔ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی اپنے بیٹے شہزادہ نصیر الدین ہمایوں کو اپنی خفیہ وصیّت میں لکھتا ہے: (فارسی تحریر کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔)

"اے پسر سلطنتِ ہندوستان مختلف مذاہب سے پُر ہے۔ الحمدللہ کہ اس نے اس کی پادشاہت تمہیں عطا فرمائی، تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصباتِ مذہبی کو لوحِ دل سے دھو ڈالو اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب و ملت کے طریق کا لحاظ رکھو، جس کے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحمِ خسروانہ اور الطافِ شاہانہ ہی سے مرہون ہوتی ہے۔ جو قوم یا ملّت قوانینِ حکومت کی فرمانبردار ہے اس کے مندر اور مزار برباد نہ کیے جائیں۔ عدل و انصاف ایسا کرو کہ رعایا بادشاہ سے خوش رہے۔ ظلم وستم کی نسبت احسان اور لطف سے اسلام زیادہ ترقّی پاتا ہے۔ شیعہ و سُنّی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو، ورنہ اسلام کمزور ہو جائے گا۔ جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مِل جُل کر اتحاد و اتفاق سے کام کر رہے ہیں، اسی طرح مختلف مذاہب رعایا کو ملا جلا رکھو اور ان میں اتحادِ عمل پیدا کرو، تاکہ جسمِ سلطنت مختلف امراض سے محفوظ و مامون رہے۔ سرگزشتِ تیمور کو جو اتفاق و اتحاد کا مالک تھا، ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھو، تاکہ نظم و نسق کے معاملات میں پورا تجربہ ہو۔"

(روزنامہ خلافت صہ ۵ سنہ ۱۹۰ ۱۸ راگست ۱۹۲۶ء)

"شاہ جہانگیر نے اپنے تمام قلمرو میں جو احکام امراء اور سرداروں پر نافذ فرمائے تھے، ان میں سے مندرجہ ذیل احکام بھی تھے: "جھروکے میں نہ بیٹھا کریں، ہاتھی نہ لڑایا کریں، سیاست کے واسطے آنکھیں نہ پھوڑا کریں، ناک کان نہ کاٹیں، بزور کسی کو مسلمان نہ کریں۔ الخ" (ترجمہ تزک جہانگیری صہ ۸۲)

اورنگ زیب مرحوم کا مندرجہ ذیل فرمان فارسی زبان میں راجہ نرنجن سین نے ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک جلسہ میں پیش کیا تھا جو کہ جون ۱۹۱۱ء میں ایک اردو اخبار میں شائع ہوا تھا۔ فرمانِ مذکور کا مضمون حسبِ ذیل ہے:

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے، ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اور اس کے گرد و نواح کے ہندوؤں پر ظلم و ستم

کرتے ہیں اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور ان برہمنوں کو جن کا تعلق پُرانے مندروں سے ہے، ان کو ان کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کریں اور نہ ان پر کسی قسم کا ظلم کریں۔"

(دستخط اور مُہر شہنشاہ اورنگ زیبؒ)

(حمایت اسلام، خلافت نمبر ۱۹۰ صفحہ ۵ ۱۸/ اگست ۱۹۲۶ء)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی سچائی اور حقانیت اور اپنے اصولوں اور تعلیم کی خوش اسلوبی وغیرہ کمالات کی بناء پر قلوب اور دماغوں پر ہمیشہ سے مقناطیسی اثر کرتا رہا۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنی تنگدستی اور بے سروسامانی کے اسلام کی دعوت شروع فرمائی اور تمام اہلِ عرب خصوصاً اہلِ مکہ اور قریش آپ کے سخت درپے آزار ہوگئے۔ ظاہری کوئی ایسا سبب نہ تھا جس سے یہ امید کی جا سکتی کہ آپ کی کوششیں بار آور ہوں گی، مگر یہ اسلام کی حقانیت اور اس کی آسمانی طاقت ہی تھی جس سے قلوب کا مسخر ہونا شروع ہوگیا اور جوق در جوق لوگ قرب وجوار اور دُور و دراز ملکوں سے آآکر حلقۂ بگوشِ اسلام ہوتے گئے۔ تیرہ برس مکہ معظمہ کے جو کہ نان وا ٔملنس (عدمِ تشدّد) میں گزرے کئی سو آدمیوں کو اسلام دلدادہ بنا چکے تھے۔ حالانکہ اس مدت میں مخالفینِ اسلام نے انتہائی مظالم اسلام اور مسلمانوں پر ڈھار کھے تھے۔ پھر مدینہ منورہ پہنچے اور امن و سلامتی حاصل ہونے کے بعد تو ترقی کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی۔ اہلِ مدینہ جنہوں نے آخری دم تک انتہائی سرفروشی کا ثبوت دیا ہے خود بخود اسلام کی حقانیت معلوم کر کے اسلام کے پروانے بنے اور دوسروں کو بناتے رہے۔ باوجودیکہ ابتداً میں لڑائی قریش اور ان کے حامیوں سے ان کے مظالم کی بناء پر رہا کرتی تھی مگر دور دراز کے قبائل سے خود بخود لوگ آتے اور مسلمان ہوتے جاتے تھے۔

وفد عبدالقیس کا بحرین سے آنا۔ ثمامہ بن اثال حنفی کا اسلام لانا، ابوموسیٰ اشعری اور ان کی جماعت کا خود بخود یمن سے کشتیوں میں سفر کرنا، ابوذر غفاری اور ان کے بھائی رضی اللہ عنہم اجمعین کا اپنے تمام کاروبار کو تجتے ہوئے خدمتِ اقدس میں پہنچنا، وائل بن حجر حضرمی کندی کا حضرموت سے قصد کرنا وغیرہ اتنے واقعات ہیں کہ خود ان کی تفصیلات بہت زیادہ طول کی محتاج ہیں۔ اہلِ مکہ جنہوں نے انتہائی مظالم کے پہاڑوں کا سلسلہ تقریباً بیس برس تک برابر جاری رکھا تھا اور وہ بیدردی اور جفاکاری ظاہر کی تھی، جو کہ وہم وگمان سے باہر تھی، مگر اسلام نے ان پر فتح مندی حاصل کرنے کے بعد سب کچھ چھوڑ دیا، نہ قتل کیا اور نہ اسیر کیا اور نہ اسلام

کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مگر یہی احسانِ گراں ایک ایسی فتح کرنے والی تیز تلوار کے قائم مقام تھا کہ اس نے سب کی گردنیں اسلام کی حقانیّت کے سامنے جھکا دیں۔ وہ سب کے سب خود مسلمان ہوئے اور اس خوش معاملگی اور عفو و کرم کو دیکھ کر تمام عرب کے قبیلوں کو اسلام کی سچائی کا زور دار یقین ہوگیا۔ فوجوں کی فوجیں ۹ھ میں خود بخود حاضر ہو کر مسلمان ہوئیں اور اسی طرح اسلام روز افزوں ترقّی کرتا رہا۔ تواریخ فتوح شام اور فتوح عراق اور مصر وغیرہ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح رومیوں اور مصریوں اور پارسیوں کے بڑے بڑے سردار خود بخود اسلام کے گرویدہ ہوتے رہے ہیں، اور کس زور شور سے عجمی اور رومی قوموں اور ایشیائی اور افریقی باشندوں نے اسلام برضا و رغبت قبول کیا ہے۔ ۱۰۰ھ کا زمانہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا آفتاب تمام عالم کو جگمگائے ہوئے ہے۔ امن و امان کا چاروں طرف اس طرح ڈنکا بج رہا ہے کہ حقیقی معنوں میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔ اس وقت میں گورنر خلافت عدی بن ارطاۃ کا عریضہ آتا ہے اور وہ لوگوں کو بکثرت اسلام میں داخل ہونے کے بارے میں الفاظِ ذیل لکھتا ہے:

"لوگ اسلام میں بہت زیادہ داخل ہوتے جاتے ہیں، مجھ کو خوف ہے کہ آمدنی (خراج) میں کمی نہ پڑ جائے۔"

خلیفۂ وقت جواباً فرماتے ہیں:

"میں تمہارا خط سمجھا۔ خدا کی قسم میری تمنّا تو یہ ہے کہ تمام آدمی مسلمان ہوجائیں اور نوبت پیش آجائے کہ آمدنی کی قلّت کی وجہ سے تم اور مَیں کھیتی کر کے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیے ہوئے غلّہ کو کھائیں۔"

اسی زمانہ میں خراسان میں بھی ایسا واقعہ پیش آیا۔ وہاں بھی لوگ اسلام میں بہت کثرت سے داخل ہوتے جا رہے تھے اور چونکہ حکم یہ تھا کہ جو لوگ مسلمان ہوجائیں، ان سے جزیہ اُٹھا دیا جائے۔ (کیونکہ یہ فوجی خدمتوں کے عوض میں غیر مسلموں سے لیا جاتا تھا اور وہ ان عسکری خدمات سے بالکل آزاد رکھے جاتے تھے۔) اس لئے گورنر خراسان (جرّاح) کو بعض لوگوں نے بھڑکایا کہ یہ لوگ محض جزیہ سے بچنے کے لیے مسلمان ہوتے ہیں اسلام درحقیقت ان کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوا۔ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے آمدنی بہت گھٹ گئی ہے۔ جب تک یہ ختنہ نہ کرائیں ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے۔

گورنر مذکور نے اس کو پسند کیا اور حکم نافذ کر دیا کہ جب تک کوئی نومسلم ختنہ نہ کرائے گا، اس کا اسلام قبول نہ ہوگا، اور پھر خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی وہ بہت خفا ہوئے اور یہ لکھا

کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے لیے بھیجا تھا، ختنہ کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ فوراً اس حکم کو منسوخ کر دیا اور پھر اس گورنر کو معزول کر دیا۔

سنہ ۱۰۲ھ میں افریقہ کے گورنر (یزید بن ابی مسلم) نے جب دیکھا کہ عام باشندگانِ افریقہ اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیہاتوں کو چھوڑ کر شہری آبادی میں داخل ہوتے جاتے ہیں، جزیہ کی مقدار آمدنی کی حیثیت سے کم ہوتی جارہی ہے، تو اس نے حکم کر دیا کہ یہ تمام دیہاتی نومسلم اپنے اپنے دیہاتوں کو واپس کر دیے جائیں اور جو مقدار جزیہ کی ان پر پہلے سے تھی، بحال رہے۔ اس حکم کی بناء پر لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا، لوگوں نے بغاوت کر کے گورنر کو قتل کر دیا اور خلیفۂ وقت یزید بن عبد الملک کو مضمونِ ذیل کی عرضی لکھی:

"ہم نے آپ کی فرمانبرداری سے روگردانی نہیں کی، چونکہ گورنر حال نے خدا اور اسلام کے ناراض کرنے والے مظالم کو جاری کیا تھا اس لیے ہم نے اس کو قتل کر دیا اور پہلے (قدیم) گورنر معزول کو اس کی جگہ قائم مقام کر دیا۔"

خلیفہ نے ان کے عمل کو اسی طرح باقی رکھا اور لکھ دیا کہ "میں گورنر سابق (مقتول) کے ان اعمال سے جو کہ خلافِ خدا اور اسلام تھے، راضی نہیں ہوں۔"

سنہ ۱۱۰ھ میں خراسان کے گورنر اشرس نے سنٹرل ایشیا کے حصہ ماوراء النہر (جیحون کا شمالی حصہ) میں دعوتِ اسلام اور تبلیغ کے لیے علامہ صالح بن ظریف اور علامہ ربیع بن عمران کو مقرر کیا۔ انہوں نے شرط لگائی کہ نومسلموں سے جزیہ نہ لیا جائے، کیونکہ یہی حکمِ شرعی تھا۔ گورنر مذکور نے اس کو قبول کر لیا۔ جب ان دونوں اماموں نے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ پوری جدوجہد سے کرنی شروع کی، تو قوموں کی قومیں اور قبیلوں کے قبیلے سمرقند اور اس کے اطراف و جوانب میں مسلمان ہونے لگے۔ اسلام کا نہایت زور شور سے شیوع ہوا۔ یہاں تک کہ خزانہ کے وارِدات میں بہت زیادہ کمی واقع ہونے لگی۔ سمرقند کے دفتر دار نے گورنر مذکور (اشرس) کو اطلاع دی کہ مسلمان بہت زیادہ ہوتے جاتے ہیں، اس لیے خزانہ کی آمدنی بہت کم ہو گئی۔ گورنر مذکور نے لکھا کہ "لوگوں کا بہت زیادہ مسلمان ہونا اسلامی رغبت کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ فقط جزیہ کی وجہ سے ہے۔ اس لیے تم جزیہ ان لوگوں سے معاف کرو جن کی ختنہ ہوئی ہو، نماز پڑھتے ہوں، قرآن میں کم سے کم ایک سورت کے حافظ ہوں۔"

پھر اس کے بعد سمرقند کے حکام نے گورنر خراسان اشرس مذکور کو لکھا کہ نومسلموں نے مسجدیں بنا لی ہیں اور وہ بکثرت پائے جارہے ہیں، ہم ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ گورنر مذکور نے حکم دیا کہ جن سے پہلے جزیہ لیا جاتا ہے اب پھر لینے لگو۔ اس بنا پر باوجود مخالفتِ حکمِ شریعت نومسلموں سے پھر جزیہ وصول کیا جانے لگا، اس لیے نہایت

زیادہ شور و شغب ہوا۔ سات ہزار نو مسلموں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اور بغاوت شروع ہو گئی۔ آخر کار اشرس معزول کیا گیا اور نصر بن سیار اس کی جگہ مقرر ہوا اور جب حکم سابق منسوخ کیا گیا، تب سکون پیدا ہوا۔

خلاصہ یہ کہ مبلغینِ اسلام کی انفرادی اور کبھی اجتماعی کوششوں کی روز افزوں ترقی سے اسلام سنٹرل ایشیا میں پھیلتا رہا۔ اسی عرصہ میں ستبق قراخان، مع اپنی جماعت کے مسلمان ہوا اور اس نے بلاساغون، قراقورم، فاراب اسبیجاب، طراز وغیرہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس دولت کا نام خانیہ رکھا گیا اور ان لوگوں کے مبلغین کی کوششوں سے بڑی دُور تک ترکستانی قبائل جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ۳۴۹ھ میں اور غوز قبیلہ کا ایک سردار سلجوق دو لاکھ ترکی خاندان لے کر مسلمان ہوا اور ترکستان کے وسط سے ہجرت کر کے بخارا کے علاقے جند میں آ کر سکونت گزیں ہوا۔ اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کر کے اسی خاندان کے معزز افراد نے ایشیائی کوچک میں پہنچ کر دولتِ سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی جو کہ شروع ایّام دولتِ عثمانیہ تک ان اطراف میں حکمران رہی۔ ۴۲۳ھ تک انتہائی ترکستان یعنی آخری حدود تک اسلام پہنچ گیا اور قبیلہ بغار جو کہ آخری حدود کا رہنے والا تھا۔ وہ بھی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔

۴۳۵ھ میں قبیلہ تتار میں سے یکبارگی تقریباً دس ہزار خاندان مسلمان ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ وہ اقوام ترکیہ جن کی بہادری کا اب بھی روئے زمین پر ڈنکا ہے اور جن کے برابر زمانہ قدیم میں کوئی قوم بہادر نہیں شمار کی جاتی تھی محض اسلام کی حقانیت کی وجہ سے ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں کی مقدار میں برابر مسلمان ہوتی گئیں، جن کو کوئی تلوار اور کوئی قوت ڈرا نہیں سکتی تھی۔

۶۰۰ھ کے آخر میں فقط چنگیز خاں کے تاتاری قبائل ترکستان کے آخر میں باقی رہ گئے تھے جن سے ظالمانہ برتاؤ کرنے کی بنا پر محمد بن خوارزم شاہ نے عالم اسلامی پر وہ وہ مصائب کے پہاڑ ڈھوائے ہیں، جن کی روئے زمین پر نظیر نہیں ہے۔ تواریخ کے اوراق ان مظالم سے سیاہ ہیں۔ یہی چھوٹی سی مقدار کافر تاتاریوں کی بے انصافی اور تشدد کی بنا۔ پر جب بگڑ گئی، تو مسلمانوں کو نہایت تاریک اور سیاہ روز دیکھنا پڑا۔ مگر باوجود ہر طرح کی قوت اور ظلم و تعدی کے ہلاکو خان کے بعد ساتویں صدی ہجری کے اواخر اور آٹھویں کی ابتدا میں اس کی تمام قوم اور تمام اولاد اور فوجیں جو کہ حدودِ چین سے لے کر شام و عراق تک اور شمالی روس سے لے کر وسط ایران تک قابض تھیں جن کی قوّت کا مقابلہ اس زمانہ میں کوئی حکومت نہیں کر سکتی تھی اور جنہوں نے خلافت عباسیہ اور دوسری مسلمان حکومتوں کا کایا پلٹ دیا تھا۔ سب کے سب مسلمان علماء اور مبلغین کی مساعی اور اسلام کی حقانیت کی بنا پر مسلمان

ہوگئے اور تمام وسط ایشیا پھر صرف مسلمانوں کا ملک ہوگیا۔ یہاں کون سی لوہے کی تلوار تھی جس نے ان اقوام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا تھا۔

معزز حضرات! جس طرح اسلام وسط ایشیا وغیرہ میں اپنی حقانیت اور علماء و صلحا کی مساعی کی بناء پر پھیلا اسی طرح ہندوستان میں بھی اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بناء پر مقبولِ عام ہوا۔ ۳۹۵ھ میں سید اسماعیل لاہوری بخارا سے تشریف لائے۔ آپ علومِ ظاہری اور باطنی علم فقہ و تفسیر وغیرہ میں امامِ وقت تھے۔ سب سے پہلے اسلامی واعظین میں سے آپ یہاں آئے ہیں۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کا بیان اس قدر مؤثر ہوتا تھا کہ ہر روز سینکڑوں آدمی مشرف باسلام ہوتے تھے۔ جب یہ پہلے پہل لاہور میں تشریف لائے ہیں، اور پہلے جمعہ کو آپ نے ممبر پر بیان کیا ہے، تو دو سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ دوسرے جمعہ کو پانچ سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ تیسرے جمعہ کو ایک ہزار کفار و مشرکین زمرۂ اہلِ توحید میں داخل ہوئے۔ اس طرح آپ کے ذریعہ سے نہایت کثرت سے لوگ داخلِ اسلام ہوتے رہے۔ آپ کی وفات ۴۴۵ھ میں لاہور میں واقع ہوئی۔

(از کتاب تاریخ الاولیاء جلد اوّل صہ ۲۲۳)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حاجی ہود چشتی، شیخ علی راوتی وغیرہ قدس اللہ سرہم العزیز اور ان کے خلفاء کے ذریعے سے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ کتاب دعوتِ اسلام میں فقط حضرت خواجہ اجمیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ذریعہ سے ۹۰ لاکھ مسلمان ہونے والوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے۔ پس اگر ان اولیاء اللہ اور علماء کرام کے کارنامے جن کے ذریعہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے، ذکر کروں تو نہایت طویل ہو جائے گا۔ اس لیے بطورِ نمونہ "مشتے از خروارے" آپ کے سامنے یہ مختصر بیان پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ اسلاف کرام کی اجتماعی اور انفرادی کوششوں اور جد و جہد کی بناء پر اور اسلام کی سچائی اور حقانیت کی وجہ سے نہ صرف ایک یا دو ہزار یا لاکھ دو لاکھ بلکہ کروڑوں بندگانِ خدا نے مذہب جیسی پیاری چیز کو اور وہ بھی ملکِ ہند میں جو کہ قدیم سے مذہبی ملک ہے چھوڑ دیا اور اسلام کے حلقۂ بگوش ہوگئے۔ حاشا و کلا کبھی کسی بادشاہ نے نہ تلوار سے کسی کو مسلمان کیا تھا اور نہ اسلام اس کی تعلیم کرتا ہے۔ ہاں بے شک اسلام کی حقانیت کی تلوار نے لوگوں کی گردنیں حق کے سامنے جھکا دی تھیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنروں اور برٹش حکام اور پادریوں نے اپنی حکومت کے لیے یہ پالیسی اختیار کی ہے کہ افترا پردازی سے ہندوستانی اقوام میں نفاق ڈالنے اور اس طرح اسلام سے بدظن کرنے کے لیے یہ نشر و اشاعت کی جاتی ہے کہ اسلام بزور لوگوں کو تبدیلِ مذہب پر مجبور کرتا ہے اور تمام ملکوں میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً

اسی طرح لوگوں کو اس نے مسلمان بنایا ہے۔ کپتان الیگزینڈر ہملٹن کے سفر نامہ کو ملاحظہ کیجئے۔ وہ کس طرح مذہبی آزادی تمام ہندوستان اور خصوصاً سندھ اور سوات وغیرہ میں دکھلا رہا ہے اور ہندوؤں کی آزادی کی خصوصاً اور دوسرے مذاہب کی عموماً باوجودیکہ حکومت کے مسلمان ہونے کے زمانہ اورنگ زیب میں تعجب خیز الفاظ میں تعریف کر رہا ہے۔ ایک یہ زمانہ تھا کہ آپ کے بزرگوں نے اسلام کو روئے زمین پر پھیلایا حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً صرف چار لاکھ مسلمان چھوڑ کر تشریف لے جاتے ہیں، مگر اسلاف کرام کی کوششوں سے آج اسلام کے نام لیوا چالیس کروڑ سے زیادہ پائے جاتے ہیں، مگر ایک عرصہ سے اب ہوا کا رُخ پلٹ گیا ہے۔ وہ اسلام جو کہ سمندر کی اُبلتی موجوں کی طرح روزافزوں ترقی کر رہا تھا، اس کی رفتار ایک عرصہ سے اسقدر دھیمی پڑ گئی گویا کہ وہ بحر الکاہل کا ایک حصہ ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ اس آخری دور میں مسلمانوں کی مردم شماری کی ترقی حسبِ ذیل ہے:

سنہ ۱۹۰۱ء: ۶,۲۴,۵۸,۰۷۷ ، ۶ کروڑ، سنہ ۱۹۱۱ء: ۶,۶۶,۴۷,۲۹۹، ۶ کروڑ، سنہ ۱۹۲۱ء: ۶,۸۷,۳۵,۲۳۲، ۶ کروڑ

یعنی سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان انہوں نے فیصدی ۶،۷ کی ترقی کی جو کہ پہلے سالوں کی ترقی سے کم تھی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں صرف ۳،۱ فیصدی کی نسبت سے ترقی کی۔ ہندوستان میں دوسرے مذاہب کی ترقی سے اگر اسلام کی ترقی کا مقابلہ کیا جاتا ہے، تو نہایت افسوسناک حالت معلوم ہوتی ہے۔ عیسائی مذاہب کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

سنہ ۱۹۰۱ء: ۲۹ لاکھ، سنہ ۱۹۱۱ء: ۳۸ لاکھ، سنہ ۱۹۲۱ء: ۴۷,۵۴,۰۶۴ لاکھ۔ انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان میں فیصدی ۳۲،۶ ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں ۲۲،۷ کی ترقی کی جو کہ مسلمانوں کی ترقی کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۱۱ء میں پانچ گنے سے زیادہ اور سنہ ۱۹۲۱ء میں سات گنے سے زیادہ ہے اور پھر آریہ سماج کی ترقی کو اگر دیکھا جائے، تو نہایت ہی تعجب خیز حالت پیدا ہوتی ہے، ملاحظہ ہو: سنہ ۱۹۰۱ء: ۹۲ ہزار سنہ ۱۹۱۱ء، ۲,۴۳,۰۰۰ لاکھ۔ سنہ ۱۹۲۱ء، ۴,۶۷,۵۷۸ لاکھ یعنی سنہ ۱۹۰۱ء اور سنہ ۱۹۱۱ء کے درمیان انہوں نے فیصدی ۱۶۳،۴ کی نسبت سے ترقی کی اور سنہ ۱۹۱۱ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان میں فیصدی ۹۲،۱ کی نسبت سے۔ اس کیفیت کے سامنے مسلمانوں کی ترقی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہے۔

وہ مذہبِ اسلام جس کے تمام اصول نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اور روشن عقل اور طبع کے موافق ہیں۔ وہ اس طرح پسماندہ ہوا جاتا ہے اور وہ مذاہب جن کے اصول و عقائد انتہائی درجے کے لچر اور پوچ ہیں وہ اس طرح تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں۔

قابلِ غور یہ امر ہے کہ آخر وہ بات کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان اُلٹے پیر لوٹتے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی پست خیالی، کم ہمتی، غفلت، نیند، جہالت وغیرہ کو دیکھ کر دوسرے مذاہب کو بھی ہمت ہوئی کہ مسلمانوں پر ہجوم کیا جائے اور ان کی منتشر بکریوں کو شکار کر لیا جائے۔ عیسائی مشنریوں نے ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان میں مختلف قسم کے جال پھیلا دیے۔ نہ صرف مصر، شام، فلسطین اور عراق وغیرہ میں ہی ان کی مشنریاں کام کر رہی ہیں بلکہ ایران، ایشیائے کوچک وغیرہ ممالکِ اسلامیہ میں بھی بڑی کامیابی سے مسلمانوں کو فنا کر رہی ہیں۔ ہندوستان میں جس کوشش سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے، وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو جائے گا۔

۱۹۲۳ء کی رپورٹ کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

مسیحی مشنریاں: ۱۶۷، تبلیغی مراکز: ۲۴۰۲ ہزار، مبلغ: ۲۱۸۰۷ ہزار، ٹریننگ کالج برائے تعلیمِ تبلیغ: ۶۱ گرجاؤں کے پادری: ۹،۷۷، ۱۸ ہزار، مذہبی اخبارات مختلف زبانوں میں: ۹۹، پریس: ۴۲، سنڈے سکول: ۸۲۰ ہائی سکول: ۶۱۰، کالج: ۵۰، زراعتی سکول: ۹۰۸، صنعتی سکول: ۱۷۰، تعداد طلبہ: ۰۰۰،۰۶۰،۱۰ لاکھ اساتذہ: ۴۴۰۸،۴۴ ہزار، ہسپتال: ۴۰۸، ڈاکٹر اور نرسیں: ۵۹۸،۱

۱۹۱۳ء میں تمام ہندوستان میں ۱۳۶ مشنریاں تھیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل تھی:

امریکہ اور کینیڈا کی تبلیغی جماعتیں	۴۱
لنکا " " "	۳
ہندوستان " " "	۷
بلدی " " "	۱۲
آسٹریلیا " " "	۸
برِّ اعظم " " "	۱۲
بین الاقوامی " "	۹
کل " " "	۱۳۶

مگر دس برس کے اندر ۱۹۲۳ء میں ان کی تعداد میں ۳۱ مشنریوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں ان مشنریوں کا سالانہ خرچ ۵۲ کروڑ روپے تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب وہ کس قدر خرچ کر رہی ہوں گی۔ انجیل کا ترجمہ ایک سو چار زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں ۱۹۲۶ء میں ۰۰۰،۵۰،۸ لاکھ انجیلیں فروخت

اور تقسیم کی گئیں، مگر ۱۹۲۷ء میں ان کا عدد ۲۰۰۰،۰۰، ۲۲ لاکھ کو پہنچ گیا۔ ان اعداد و شمار کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح عیسائیت زور دار طریقہ پر اپنا پنجہ گاڑتی ہوئی ہندوستانیوں کو ہندوستان میں عیسائیت کی طرف کھینچ رہی ہے۔ صرف حیدر آباد میں ایک سال میں بیس ہزار آدمی عیسائی ہوئے۔ ادھر تو عیسائیت اس زور شور سے ترقی کرتی ہوئی اسلام اور ہندوستانی مذاہب کو نقصان پہنچا رہی ہے، اُدھر آریہ دھرم اسلام کے مٹانے پر تُلا ہوا ہے۔ اس زمانہ اخیر میں ہماری کمزوریوں اور غفلتوں کو دیکھ کر جو کچھ اس نے ناجائز کارروائیاں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طریقہ پر بھی منظم طریقہ پر کی ہیں اور کر رہی ہیں، وہ ظاہر و باہر ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ انگلسمین ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء میں شائع کیا گیا تھا کہ شردھانند نے بیس لاکھ مسلمانوں کو مرتد کیا۔ اپریل ۱۹۲۷ء میں پٹنہ کے مہاسبھا کے اجلاس میں اعلان کیا گیا تھا کہ مہاسبھا کی کوششوں سے اب تک صوبۂ بنگال میں پچاس ہزار مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ (ہمدم ۲۸ مئی ۱۹۲۷ء)

اسی طرح سے مختلف اشاعتیں ظہور میں آچکی ہیں اور اس قوم کی دن درات کی سرگرمی بلاشک وشبہہ نہایت خطرناک ہے، اس لیے نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور پوری جدّ و جہد کے ساتھ اجتماعی قوت سے میدانِ تبلیغ و اصلاح میں اتر آئیں۔

میں نے آپ بزرگوں کی بڑی سمع خراشی کی۔ اب میں آپ حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہُوا آپ سے جُدا ہوتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ میری معروضات پر غور و فکر فرمائیں اور عملی کارروائیوں میں پر زور حصہ لیں۔ مرض اور مصیبت کو خفیف نہ سمجھیں۔ خدا آپ کی اور ہماری مدد فرمائے۔ ★★

"امام ربانی مجدد الف ثانیؒ"

مصنفہ: پروفیسر محمد اسلم صاحب صدر شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور

قیمت: ایک روپیہ صرف

ملنے کا پتہ: ندوۃ المصنفین ۹۵۰ اینِ سمن آباد، لاہور

جناب ممتاز بجنوری

حمد

○

اس نگاہِ شوق نے کی جب بھی تیری جستجو
جس طرف دیکھا نظر آیا مجھے بس تُو ہی تُو

کیوں نہ ہو دل میں بھلا سیرِ چمن کی آرزُو
پھُول میں، پتّی میں، کلیوں میں ہے تیرا رنگ و بُو

بے خود و سرشار ہیں سب تشنہ کامِ آرزُو
اک اشارے میں ہزاروں بھر دیئے جام و سبو

تیرے ہی حُسنِ حقیقت کا ہے یہ عکسِ حسین
یہ ضیائے کہکشاں اور یہ بہارِ رنگ و بُو

تو جو چاہے وہ کرے اور تو جو چاہے ہو وہی
بادشاہِ دوجہاں بس قادرِ مطلق ہے تُو

آج تک اہلِ خرد پہنچے نہ تیری بات کو
اک ذرا اتنا بتا کیا ہے تُو کیسا ہے تُو

دیکھ لیتے ہیں تصوّر میں تجھے اہلِ نظر
کم نگاہوں کو جہاں میں کب نظر آتا ہے تُو

★

درسِ حدیث

آں امنّ النّاس بر مولائے ما

حضرت ابُوبکر رضی اللہ عنہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سید حامد میاں مدظلہ مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

ترتیب : مولوی خوشی محمد اعجاز

★

آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی پوری اُمّت سے ارشاد فرمایا اکرموا اصحابی فانہم خیارکم میرے صحابہ کا احترام اور اکرام کرو، وہ تم میں بہترین ہیں اور فرمایا ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذب۔ ان کے بعد وہ بہترین ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔ پھر وہ ہیں جو اُن کے بھی بعد میں آئیں گے۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا، ایمان کمزور ہو جائے گا، اور بدعملی شائع و ذائع ہو جائے گی۔

تو جنابؐ نے اپنے صحابہ کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ یہ تعریف اس قسم کی نہیں تھی جو ایک دوست دوسرے دوست کی اُس کی دوستی کی وجہ سے کرتا ہے، بلکہ یہ ایک حقیقت تھی، حق بات تھی، اور یہ اللہ کی طرف سے تھا۔

بلاشبہ صحابہ پوری کائنات میں سب سے بہتر اور لائق احترام ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُمّت میں سے اُنھیں چُن چُن کر آپ کے اصحاب ہونے کا فخر بخشا، ان کی بہتری، عظمت اور قابلیت کے شواہد و نظائر لاتعداد ہیں۔ اُنھوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی، حکومتیں کیں، فتوحات حاصل کیں، جہاد کیا، لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم دی، عدل و انصاف سے دُنیا کو معمور کر دیا، لوگ اُن کے اعلیٰ اور بلند اخلاق کو دیکھ دیکھ کر مسلمان ہوتے۔ وہ بے پناہ صلاحیتوں کے حامل تھے، ان کا دور بڑا مسعود دور تھا، اُن سے جتنی دُوری ہوتی جا رہی ہے خرابیاں پھیلتی جا رہی ہیں، وہ رسول اللہ کے ساتھی تھے۔ رسول اللہ کا ساتھی ہونا بہت بڑی بات اور ایک عظیم سعادت

ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام کی نظیر کہیں بھی نہیں مل سکتی۔ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے محبوب تھے اس لیے حکم دیا کہ میری اُمت میرے دوستوں کا احترام کرتی رہے۔

آپؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا لا تمس النار مسلماً رانی۔ جو حالتِ اسلام میں (یعنی مسلمان ہو کر) مجھے دیکھے گا، اُسے جہنّم کی آگ مَس نہ کرے گی۔ اور فرمایا اورای من رانی یا جس نے اُن کو دیکھا ہو جنھوں نے مجھے دیکھا ہے۔ یہ کتنی بڑی تعریف ہے صحابہ کرام کی کہ نہ تو خود انھیں آگ چھُو سکے گی اور نہ ان کو جنھوں نے حالتِ اسلام میں صحابہ کی زیارت کی ہو۔

اس مقدس گروہِ صحابہ میں بہت سے وہ خوش قسمت بھی ہیں کہ جن کا نام لے کر آپؐ نے تعریف فرمائی۔ مثال کے طور پر ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ان من امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر۔ یعنی ان لوگوں میں سے جنھوں نے میرے ساتھ رفاقت اور بذلِ مال میں احسان کیا ہے، ابوبکر ہیں۔

حضرت ابوبکر اس وقت رسولِ خداؐ کے ساتھ رہے جب کوئی ساتھ نہ تھا۔ انھوں نے حضورؐ اور اسلام کے لیے اپنا مال بے دریغ اور محبّت اور خوشی سے صرف کیا اور ایسے وقت میں اپنا مال خرچ کیا جب اس کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اس لیے حضورؐ فرماتے ہیں کہ ان کا احسان سب سے زیادہ ہے۔

ایک روایت میں ہے وما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابابکر فان لہٗ عندنا ید یکافئہ اللہ بہا یوم القیامۃ۔ ہمارے ساتھ جس کسی کا احسان تھا ہم نے سب کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکرؓ کے، کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے کہ جس کا بدلہ قیامت میں خدا تعالیٰ ہی دے گا۔ اور ارشاد فرمایا کہ کسی کے بھی مال سے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا۔ ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابوبکر۔

تو آپؐ نے حضرت صدیقِ اکبرؓ کا نام لے کر بہت اور بار بار تعریف فرمائی ہے۔

ایک دفعہ حضورِ اکرمؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ مسجد میں جتنی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو سوائے ابوبکرؓ کی کھڑکی کے[1]

[1] صحابہ کرام نے اپنے اپنے مکانوں کے دروازے مسجد کی طرف بنا رکھے تھے تاکہ نماز کے لیے آنے جانے میں سہولت رہے۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ ابوبکرؓ کے سوا سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ صحابہ کرام نے حکم کی تعمیل میں دروازے دوسری جانب بنا لیے۔ البتہ کھڑکیاں مسجد کی جانب رہنے دیں۔ آخری دنوں میں آپؐ نے کھڑکیوں کو بند کرنے کا حکم بھی دے دیا کہ ابوبکرؓ کے سوا سب لوگ کھڑکیاں بند کر لیں۔ یہ گویا حضرت صدیق اکبرؓ کی ایک خصوصیت تھی کہ سب کے دروازے اور کھڑکیاں بند کرنے کا حکم فرمایا اور آپ کو مستثنیٰ قرار دیا۔

حدیث کی کتابوں میں بکثرت یہ مضمون آیا ہے کہ جس وقت آنحضرتؐ کی طبیعت ناساز تھی تو ابوبکرؓ کو بُلایا اور نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جائے کیونکہ ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھائیں اور حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تمہاری مثال ایسی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں، کہ اوپر اوپر تو یہ کہہ رہی ہو کہ ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ امامت نہیں کر سکیں گے، مگر دراصل تمہارا مطلب یہ ہے کہ لوگ یہ بدگمانی نہ کریں کہ رسول کے ساتھ اس لیے رہتے تھے کہ امامت اور نیابت حاصل کریں۔ غرض کہ ابوبکرؓ نے آپؐ کی حیات ہی میں نمازیں پڑھانی شروع کر دیں۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جن دنوں آنحضرتؐ کی طبیعت ناساز تھی، مجھ سے فرمایا ادعی لی ابا بکر اباك واخاكِ حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنیٰ متمن ویقول قائل انا ولا۔ ویابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر۔ یعنی ابوبکرؓ کو بلاؤ اور اپنے بھائی کو بھی بُلا لاؤ تاکہ میں اُنھیں لکھ دُوں۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں موزوں ہُوں۔ میرے علاوہ اس کے لیے کوئی موزوں نہیں۔ پھر آپؐ نے کچھ توقف فرما کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور سب مسلمان ابوبکرؓ کے سوا کسی اور پر راضی نہ ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ خلافت کے بارے میں تحریر فرمانا چاہتے تھے۔

مختصر یہ کہ آپؐ کے تمام صحابہ بلند مراتب اور اعلیٰ درجات پر فائز تھے، البتہ بعض امتیازی مقام رکھتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ سب صحابہؓ سے بڑھے ہوئے تھے۔ انشاء اللہ اگلی اتوار کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کچھ اور فضائل کا بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کے اکرام واحترام کی توفیق بخشے، ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلائے اور آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

"امیرِ کبیر سیّد علی ہمدانی"

مصنفہ: ڈاکٹر سیّدہ اشرف ظفر صاحبہ —— یہ ایک تحقیقی اور علمی کتاب ہے اس پر پنجاب یونیورسٹی نے مصنفہ کو پی ایچ۔ڈی کی ڈگری عطاء کی ہے۔

قیمت: دس روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ: ندوۃ المصنفین۔ ۹۵۰ این سمن آباد، لاہور۔

نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

★

بقلم الاستاذ العلام عبدالمنان الدهلوی
ترجمہ
حضرت مولانا ظہور الحق مدظلہٗ مدرس جامعہ مدنیہ، لاہور

—— (۲) ——

ومن قبل کانوا یعملون فواحشا　　کبائر اثم من امور مخیلۃ

اور اس سے پہلے بے حیائی کے کام کرتے تھے ، بڑے بڑے گناہ اپنے خیالات سے گھڑے ہوئے

وحرب فجار فتنۃ مدلھمّۃ　　واضرمت النّیران کل قبیلۃ

اور فجار کی لڑائی ایک اندھیر فتنہ (ہوئی تھی) اور ہر قبیلے نے لڑائی کی آگ بھڑکائی -

علی غیر شیئ مدۃ مستطیلۃ　　قتال وحرب من علامۃ قسوۃ

بغیر کسی وجہ کے طویل مدت تک ان کا قتل و جدال سخت دلی کی دلیل تھی -

ووأد بنات لا لذنب شقاوۃ　　قساوتھم جرت بواعث لعنۃ

اور بیٹیوں کا بغیر جرم کے قتل کرنا شقاوت ہے ، اور ان کی سخت دلی نے اسباب لعنت کھینچکر ان پر لاڈالے تھے

ومما یشین المرء والعز والعلیٰ　　مکاسبہٗ من سبۃٍ و ذمیمۃ

اور ان چیزوں میں سے جو آدمی اور (اسکی) عزت اور رتبہ کو عیب دار بناتی ہیں وہ اسکی اپنی بُرے اور مذموم اعمال کی کمائی ہوتی ہے

وشرب خمورٍ عادة مستمرّة　　وضرب قمارٍ من لوازم حفلة

شراب کا پینا ان کی عادت قدیمہ تھی اور جوئے پہ داؤ لگانا لوازمِ مجلس میں تھا۔

وقتل نفوس دون جرم یحلّه　　حرام ولٰکن عندهم عین جرأة

قتلِ انسان اس جرم کے بغیر جو اسے حلال کرے حرام ہے، لیکن ان کے نزدیک یہ عین جرأت تھا۔

غناء ومزمار ورقص وقینة　　وعود ومضراب دواعي شهوة

گانا بجانا ناچنے اور ناچنے والیاں اور طبلہ سارنگی اسبابِ شہوت (ان کی عادت) تھی۔

وساق ومشروب وكاس وجرّة　　وحب نساءٍ من اماءٍ وحرّة

ساقی، شراب، پیالے اور مٹکے اور آزاد اور باندیوں (غرض) ہر قسم کی عورتوں کا عشق

وسير فلاةٍ قطعها بركائبٍ　　وخيلٍ اشدّ الحر وقت ظهيرة

اور بیابانوں کا سفر جسے اونٹنیوں اور گھوڑوں پر سخت گرمی میں طے کیا۔

ثلاث الاثافي والدّيار بلاقع　　احبّ اليهم من قصور مشيدة

ہنڈیا کے تین پتھر اور ویران گھر ان کے نزدیک مضبوط محلوں سے زیادہ پیارے تھے۔

سنان وسيف صارم وذبابه　　وبيض ودرع للحروب اعدت

نیزے اور کاٹنے والی تلوار اور اس کی دھار اور خود اور لوہے کی زرہیں جو لڑائی کیلئے تیار کیجاتی تھیں

قراع رماح وانفلال ضوارب　　رسالة موت او بلاغة فرحة

نیزوں کو (کھٹکھٹانا) ٹکرانا اور تلواروں میں دندانے پڑنا یا پیغامِ موت ہے یا مژدۂ خوشی۔

وفخر بانساب تروقك تارة　　وطورا باسلاف كرام اجلة

اور کبھی فخر بالانساب کرتے تھے جو مخاطب کو اچھا لگتا ہو اور کبھی جلیل اسلاف کرام پر فخر۔

وسوق عكاظ هل سمعت حديثه　　بيان فخار نوبة بعد نوبة

اور تو نے کبھی عکاظ کے بازار کی بات بھی سنی، جہاں باری باری اپنی بڑائی بیان کی جاتی تھی۔

فهاك حياة الجاهلية يا اخي　　كعيشة انعام بغير روية

اے برادر! یہ نقشہ تھا جاہلیت کی زندگی کا جو بھدے پن سے جانوروں کی طرح گذر رہی تھی۔

بواحدة سفك الدّماء تعدّيا وظلمًا صريحًا لا قضاء قضية

اَور تعدی کرکے ایک کے بدلے بہت سے خون بہانا اَور کھلم کھلا ظلم بغیر انصاف کے سب کی عادت تھی

اراهم هدى الاسلام كى يتزينوا بزينة ما فوق حسن و زينة

آپ نے انہیں اسلام کی ہدایت دکھائی تاکہ وُہ اس کی زینت سے ایسے مزین ہوجائیں کہ جس زینت اور حسن سے بڑھ کر کوئی زینت نہ ہو

وفك رقاب للعبيد عطاءه و درس مساواة اهم ضرورة

غلاموں کی گردن آزاد کرنا اس کی بخشش ہے ۔ اَور مساوات کا درس اس کی اہم ضرورت ہے ۔

يحض على التحرير يعظم اجرة وما ملكت ايمانكم من وصية

وُہ غلاموں کو آزاد کرنے پر ابھارتا ہے اَور اس عمل کا اجر بڑا قرار دیتا ہے ماتحت اَور مملوکوں پر احسان کی وصیت کرتا ہے ۔

و ان عباد الله لا فرق بينهم على حسب الاعمال فضل مزية

اَور یہ کہ خدا کے بندوں میں کوئی فرق نہیں ، صرف اعمال ہی کے ذریعہ بڑائی کی فضیلت مل سکتی ہے ۔

وصدق و اخلاص وسعى مسلسل فوائد ايمان و ثمرة نيّة

سچائی اَور اخلاص اَور کوشش پیہم ایمان کے فوائد اَور نیت کے پھل ہیں ۔

ولله دين خالص لا يشوبه نفاق و تزوير و ترويج بدعة

اللہ کا دین خالص ہے جس میں نفاق یا جھوٹ کی آمیزش یا بدعت کی ترویج شامل نہیں ہوسکتی ۔

وظلمة فسق دون ظلمة بدعة تظن خلاف الشرع وفق شريعة

اَور فسق کی تاریکی بدعت کی تاریکی سے کم ہوتی ہے (کیونکہ اس میں) تم خلافِ شریعت کو شریعت سمجھتے ہو ۔

ازال حجابا عن قلوب فاصبحت لشرعته منقادة و استمرت

آپ نے دلوں سے حجاب دور کئے تو وُہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی شریعت کے مطیع ہوگئے ۔

وكم من نفوس لا تطيع شقاوة رأته فدانت للجمال وسرت

اَور کتنے ہی ایسے بھی تھے جو بدبختی سے اطاعت نہیں کرتے تھے ، لیکن جب انہوں نے آپکو دیکھا تو آپکے جمال کی خوشی سے مطیع ہوگئے

وكم من عدو لا يحب وصاله فعاد محبا كالقتيل بنظرة

اَور بہت سے دشمن ایسے بھی تھے جو آپ کا وصال نہیں چاہتے تھے تو پھر ایسے عاشق ہوگئے جیسے کشتۂ نظر ۔

حبیب اله العرش لم یر مثله نبیًا و لا عبدا مقرب حضرة

آپ اللہ العرش کے محبوب ہیں ۔ آپ جیسا کوئی نبی نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی بندہ ایسا مقربِ بارگاہ ۔

یعلم قرانا و یدرس حکمة و ما فیه من سر یبین ونکتة

آپ قرآن کی تعلیم دیتے اور حکمت کا درس اور جو اس میں اسرار اور نکتے ہیں بیان فرماتے تھے

شفاء لما فی الصدر یذهب زیغه له من أسام دون ذالك عدیدة

قرآن پاک سینہ کی شفاء ہے ۔ اس کی کجی دور کر دیتا ہے ۔ اس کے اس کے سوا بھی متعدد نام ہیں

کنور و ذکری ذا هدی لمن اتقی یعز و یهدی ذا ضلال و زیغة

اس میں خزانے ہیں، خدا اور آخرت یاد دلانے والے مضامین ہیں ۔ یہ متقی کیلئے ہدایت ہے گمراہ اور کج رو شخص کو ہدایت و عزت بخشتا ہے ۔

وھٰذا بلاغ عم شرقًا ومغربًا و انذار اقوام و تبشیر فرقة

(یہ قرآن آپ کا) پیغام ہے جو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور اقوام عالم کو (خدا کی نافرمانی سے) ڈراتا ہے اور اتباع کرنے والے فرقہ کیلئے بشارت ہے

لمختلف الادواء طب و رقیة یعالج من غیر طب و رقیة

اور مختلف قسم کی بیماریوں کے لیے علاج ہے ۔ اور ایسی جھاڑ ہے جو مادی طب اور جھاڑ پھونک کے بغیر خود علاج ہے ۔

وما من مریض لیس یرجی شفاءہ شفاءٌ و للاسقام اکمل نسخة

اور ہر ایسے مریض کے لیے کہ جس کے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو شفاء ہے ۔ اور جملہ بیماریوں کے لیے کامل ترین نسخہ ہے ۔

کتاب و اجماع قیاس وسنّة ادلة حق و هو اصل ادلة

قرآن کریم اور اجماعِ امت، قیاسِ مجتہد اور سنتِ نبوی حق کی دلیلیں ہیں ۔ اور قرآن کریم اصل دلیل ہے ۔

تلاوته قرب تنال معیّة مع الذات اذ تتلو مواجه قبلة

قرآن کریم کی تلاوت قربِ خداوندی ہے (جس سے) معیتِ ذات حاصل ہوتی ہے، جب آپ قبلہ رُو تلاوت کریں

المکہ پریس
خلیق و دیانتدار عملہ
بہترین و با رعایت طباعت
۵۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور

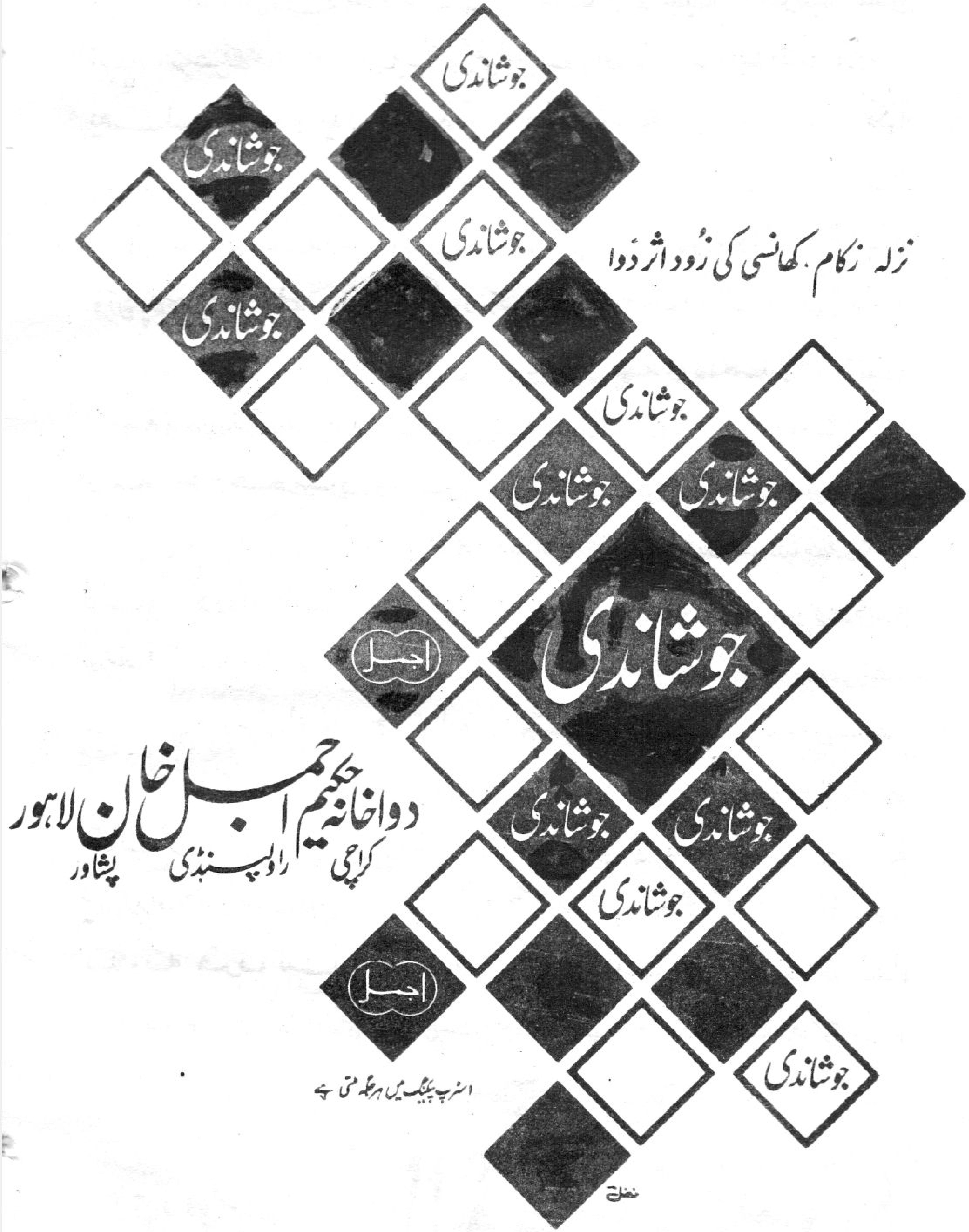

نزلہ زکام، کھانسی کی زُود اثر دَوا
جوشاندی
اجمل
دواخانہ حکیم اجمل خان لاہور
کراچی راولپنڈی پشاور
اسٹرپ پیکنگ میں ہر جگہ ملتی ہے

اکابر دیوبندؒ

اور

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲

حضرت مولانا محمد اجمل مدظلہٗ

حضرت مولانا نانوتویؒ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور اخلاص و عقیدت تھی اور آپؐ کی سنتوں کے شیدائی اور فدائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت اُن کے گوشت پوست میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ مدینہ منورہ کی گلیوں اور کوچوں کے ذرّات پر جان نثار کرتے تھے۔

ذیل کے واقعات و حالات مندرجہ بالا دعاوی کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

حضرت مولاناؒ جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ سے کئی میل دُور ہی سے پا برہنہ چلتے رہے آپ کے دل اور ضمیر نے یہ اجازت نہ دی کہ دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جوتا پہن کر چلیں حالانکہ وہاں سخت نوکدار پتھر اور چبھنے والے سنگریزے بہت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم، جناب مولانا حکیم منصور علی خان حیدر آبادیؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں جو اس سفرِ حج میں حجۃ الاسلام کے رفیقِ سفر تھے کہ مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شبِ تاریک میں اسی طرح چل کر پا برہنہ پہنچ گئے (سوانح قاسمی ج ۳ صـ ۶۱)

نیز حکیم صاحب مرحوم کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں کہ جب منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہنچا جہاں روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا۔ فوراً جناب مولانا محمد قاسم صاحبؒ مرحوم نے اپنے جُوتے اُتار کر بغل میں دبا لیے اور پا برہنہ چلنا شروع کیا (صـ ۶، صـ ۶۱)

مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہٗ اس واقعہ کو نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے، کہ حضرت

نانوتویؒ کو مدینہ طیّبہ اور گنبدِ خضراء کے ساتھ کس قدر عقیدت اور کیسی فریفتگی تھی اور دیکھیے کہ تادبِ حسن کا کیا ہی بہترین طریقہ اختیار فرماکر اپنی فرطِ محبّت کا اظہار فرمایا اور یہ ساری عقیدت و محبّت جناب امام الانبیاء خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وجہ سے ہے ورنہ یہ ایک سنگلاخ رقبہ اور پتھریلی زمین ہے۔ جو کچھ بھی ہے اور جتنا کچھ بھی ہے وہ حبیبِ کبریا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی بدولت ہے اور آپ ہی کے واسطہ سے ہے اور ایسے ہی موقع کے لیے کسی کشتہ عشق نے یہ کہا ہے کہ ؎

وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من نزل الدیارا

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک کا وہ حصّہ جو آپؐ کے جسدِ اطہر سے لگ چکا ہے وہ عرشِ عظیم سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۹ سیرت حلبی ج ۲ ص ۳۲ ، اور روح المعانی ج ۵ ص ۲۲۱) اور اس کی وجہ پھر صرف اور صرف یہ ہے کہ ؎

عرش پر گر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے
جس میں محوِ خواب ہے کون و مکاں کا تاجدار

ہندوستان میں بعض حضرات کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا بڑے شوق سے پہنتے تھے اور اب بھی پہنتے ہیں لیکن حضرت نانوتویؒ نے ایسا جوتا مدّت العمر کبھی نہیں پہنا۔ اور اگر کوئی تحفۃً لا دیتا تو اس کے پہننے سے اجتناب و گریز کرتے اور آگے کسی اور کو ہدیہ دے دیتے۔ سبز رنگ کا جوتا پہننے سے محض اس لیے گریز کرتے کہ سرورِ دوجہاں حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گنبدِ خضراء کا رنگ سبز ہے۔ پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے پاؤں میں کیسے اور کیونکر استعمال کیے جا سکتے ہیں؟ چنانچہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے حالات بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ : "تمام عمر کیمخت کا جوتا اس وجہ سے کہ قبہ مبارک سبز رنگ کا ہے نہ پہنا۔ اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دے دیا" الشہاب الثاقب ص ۵۴ انداز کیجیے اس نظرِ بصیرت اور فریفتگی کا کہ گنبدِ خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ کس قدر عقیدت و اُلفت ہے جس کے اندر عظیم المرتبت مکین صلّی اللہ علیہ وسلّم آرام فرما ہیں جن کا نظیر اور جن کی مثال اور جن کا ثانی خدا تعالے کی ساری مخلوق میں نہ آج تک وجود میں آیا اور نہ قیامت تک آسکتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے شاید اسی کی ترجمانی کی ہے ؎

رُخِ مصطفٰے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضرت حجۃ الاسلامؒ نے نظم و نثر میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جو تعریف و توصیف بیان کی ہے اور جس خلوص و عقیدت سے اس کا اظہار کیا ہے، ان کی کتابوں (مثلاً آبِ حیات، قبلہ نما، اجوبہ اربعین، تحذیر الناس وغیرہ) کو پڑھنے اور دیکھنے والا بجز کسی متعصّب کے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمام کتابوں کی عبارتیں جو نظم و نثر میں آپ نے سرورِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توصیف و تعریف میں بیان فرمائی ہیں، سب کا نقل کرنا تو کارے دارد صرف بطورِ نمونہ ہم قصائدِ قاسمی کے پہلے قصیدہ سے (جو ایک سَو اکاون ۱۵۱ اشعار پر مشتمل ہے) چند اشعار بلا رعایت ترتیب پیش کرتے ہیں ؎

توفخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں — امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار
لگاتا ہاتھ نہ پُتلے کو ابوالبشر کے خُدا — اگر وجود نہ ہوتا تمھارا آخرِ کار
کہاں بلندیٔ طُور اور کہاں تیری معراج — کہیں ہوئے ہیں زمین اور آسمان ہموار
جو تُو ہی ہم کو نہ پُوچھے تو کون پُوچھے گا — بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار
جمال کو ترے کب پہنچے حُسنِ یوسفؑ کا — وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی — کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا سردار

حضرت مولانا شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ کو کس قدر عقیدت و محبّت ذاتِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہے اور کس قدر تعظیم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے قلبِ انور میں بھری ہوئی ہے۔

عشق و محبّت، عقیدت و اُلفت میں ڈوبے ہوئے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں ؎

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے — کہ میں ہُوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اُڑا کے باد میری مشتِ خاک کو پسِ مرگ — کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رُتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا — کہ جائے کُوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہُوں نحیف اتنا — کہ آنکھیں چشمۂ آبی دُرون غُبار

حضرات ان اشعار کے مضامین پر غور فرمائیں کہ کس قدر اخلاص و محبّت اور عقیدت بات بات سے ٹپکتی ہے۔ گویا کہ محبت خاتم المرسلین علیہ السلام میں چُور چُور ہیں اور اس قدر منہمک ہیں کہ ماسوا کی خبر نہیں۔

حضرت نانوتوی نے ایک قصیدہ مشائخ چشتیہ صابریہ کے ساتھ توسّل کے بارے میں تحریر فرمایا ہے جو مناجات مقبول کے اخیر میں موجود ہے۔ جس کی ابتدا یُوں فرمائی ہے۔

الٰہی غرق دریائے گناہم — تو میدانی و خود ہستی گواہم
گدا خود را بیزار سلطان چو دیدم — بدرگاہِ تو اے رحمان دویدم

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ توسّل کرتے ہوئے یُوں فرماتے ہیں۔

بحق آنکہ اُو جانِ جہان است — فدائے وضع اش ہفت آسمان است
بحقِ آنکہ محبوبش گرفتی — برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی زجملہ عالم آں را — بما بگذاشتی باقی جہاں را
گزیدی از ہمہ گلہا تو اُورا — نمودی صرف او ہر رنگ و بو را
ہمہ نعمت بنام او نمودی — دو عالم را بکام او نمودی
باں کو رحمۃٌ للعالمین است — بدرگاہت شفیع المذنبین است
بحقِ سرورِ عالم محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) — بحقِ بزرِ عالم محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)
بذات پاک خودکاں اصلِ ہستی است — ازو قائم بلندیہا و پستی است
ثنائے او نہ مقدورِ جہان است — کہ کنہش برتر از کون و مکاں است

خاتمے پر اللہ تعالیٰ سے دُعا اس انداز میں کر رہے ہیں۔

درونم را بعشق خویشتن سوز — بہ تیر دردِ خود جان و دلم دوز
دلم را محوِ یادِ خویش گرداں — مرا حسب مرادِ خویش گرداں
اگر نالائقم قدرت تو داری — کہ خارِ عیب از جانم برآری
بخوبی زشت را مبدل نمائی — سیاہی را بہ بخشی روشنائی
گناہم را اگر دیدی نگہ ہم — بعفو و فضلِ خود اے شاہِ عالم
بچشمِ لطف اے حکم تو برسر — بحالِ قاسمِ بے چارہ بنگر

انگریز کے خلاف جہاد، ۱۸۵۷ء میں دیگر اکابر کی طرح (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حافظ محمد ضامن صاحب شہید، جو ۱۸۵۷ء میں شاملی کے مقام پر شہید ہوئے) حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بھی بنفس نفیس خود شاملی وغیرہ میں شامل تھے اور زخمی بھی ہوئے تھے۔ اور تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ جب ظالم انگریز کی طرف سے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے اور گرفتار کنندگان کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تھا۔ اس لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ و دو میں پھرتے تھے تو چونکہ حضرت نانوتویؒ کو کمال شجاعت، استقلال اور ہمتِ قلب عطا فرمائی تھی، اس لیے وہ ہر قسم کے نتیجہ سے بے نیاز ہو کر کھلے بندوں پھرتے تھے۔ مگر اعزا اور اقارب اور ہمدردوں کی طرف سے جب شدید اور بلیغ اصرار ہوا کہ حضرت وقت کی نزاکت کے پیش نظر ضرور روپوش ہو جائیں۔ تو ان کے اصرار کی وجہ سے تین دن روپوش رہے۔ اور لکھا ہے "تین دن پورے ہوتے ہی ایک دم باہر نکل آئے اور کھلے بندوں پھرنے چلنے لگے۔ لوگوں نے بمنّت روپوشی کے لیے عرض کیا تو فرمایا تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سُنّت سے ثابت نہیں۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین ہی دن روپوش رہے ہیں"۔ (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۷۲، ص ۱۷۳ از مولانا گیلانی)۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند۔

(ماخوذ از ضیاء القلوب مصنّفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ) کلمات پند و وصیّت نیز کہ از فقیر محبّت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمّد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ ایشان بجائے من و من بمقام ایشاں شدم و صحبت ایشاں را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند و از خدمت بابرکت ایشاں فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر شاں تحصیل نمایند انشاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نخواہند ماند اللہ تعالیٰ در عمر شاں برکت دہد و از تمام نعمائے عرفانی و کمالات قرب بیت خود مشرف گرداند و بمراتب عالیات رساند و ز نورِ ہدایت شاں عالم را منور گرداند و تا قیامت فیض ایشاں جاری دارد بحرمۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم و آلہ الامجاد۔

ملفوظ (۳۵۷) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقائق کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہر ایک بزرگ کو ایک خاص لسان دی جاتی ہے۔ میری لسان مولوی محمد قاسم صاحبؒ ہیں۔

●●

صنعتوں میں کام آنے والے
کیمیکلز اور تیزاب کے سپلائر

اکبری سٹور

بیرون اکبری گیٹ لاہور
فون ۶۳۸۳۲

موتیا روک

موتیا روک ،موتیا بند کا بلا اپریشن * موتیا روک ،دھند، جالا ،ککروں کے لیے
علاج ہے * موتیا روک بینائی بھی بے حد مفید ہے * موتیا روک آنکھ
کو تیز کرتا ہے اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا ۔ کے ہر مرض کے لیے مفید تر ہے ۔

بیت الحکمت ڈھاڈی منڈی لاہور

احسان دانش

★

نعت

اللّٰہم صلّ علی النبی الامّی

کس کی قسمت ہے جو کہلائے ثنا خوانِ رسولؐ
ذاتِ باری ہی فقط ہے مرتبہ دانِ رسولؐ

کس طرح دل سے بھلادوں یادِ یارانِ رسولؐ
ہیں یہی تو درحقیقت جاں نثارانِ رسولؐ

دردِ عصیاں کی دوا ہے ان کے دامن کی ہوا
رحمتیں ہی رحمتیں ہیں زیرِ دامانِ رسولؐ

رات ہو یا دن طوافِ کعبہ رکتا ہی نہیں
سب پرستارانِ حق ہیں سب فدایانِ رسولؐ

کیا عجب ہے یہ زمیں دینے لگے لعل و گہر
جس کی کھیتی پر گھرا ہو ابرِ بارانِ رسولؐ

میری نظروں میں تو ہے تعظیم کے قابل یہ خاک
ہیں مدینے کے گدا بھی تاجدارانِ رسولؐ

ایک بوسیدہ سا کمّل ایک ٹوٹا بوریا
زندگی میں یہ رہا ہے سازو سامانِ رسولؐ

میں ہوں اور دن رات ان کے جلوہ ہائے نوبنو
کھڑکیاں آنکھیں ہیں میری دل ہے ایوانِ رسولؐ

داستانِ کربلا کہنے کو لاؤں کس کا دل
خاک و خوں میں کس طرح تڑپے دل وجانِ رسولؐ

وُہ غم و آلامِ دنیا کی شکایت کیا کرے
جس کی آنکھوں میں بسا ہے روئے تابانِ رسولؐ

جلوۂ کونین اُن کے ایک پرتو کی جھلک
دو جہاں کے ذرے ذرے پر ہے احسانِ رسولؐ

خون سے لتھڑی زمیں اور اس پہ سجدوں کے نشاں
اے جزاک اللہ کارِ نقش کارانِ رسولؐ

دو جہاں ہیں ان کی خاطر روشنی ہی روشنی
آنسوؤں سے جن کی آنکھیں ہیں چراغانِ رسولؐ

تاجدارانِ جہاں ہم کو جھکا سکتے نہیں
ہم بحمد اللہ ٹھہرے خاکسارانِ رسولؐ

دونوں جانب سے ہے روشن مشعلِ ذات و صفات
مِل گیا وحدت کے اک پہلو کو عنوانِ رسولؐ

کیا بلند آواز سے وردِ زباں ہو ان کا نام
اور بھی بے تاب ہوں گے بے قرارانِ رسولؐ

لائے گا کوئی کہاں سے اس محبت کی مثال
ہیں محبانِ خدا سارے محبانِ رسولؐ

میری نظروں میں ہیں داغ بھول بن مہکے ہوئے
میں قیامت میں بھی اُٹھوں گا ثناخوانِ رسولؐ

حضرۃ مولانا

سیّد ابوالحسن علی ندوی

خلیفہ مجاز حضرۃ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

مولانا قاری فیوض الرحمٰن ایم اے

خاندان : آپ حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ کے خاندان سے ہیں خود فرماتے ہیں "خاکسار کا خاندان ایک خزاں رسیدہ دینی خانوادہ ہے جس کے بزرگوں نے کبھی فصلِ خزاں میں بھی دنیا کو پیام بہار سنایا تھا ہندوستان میں جب دین کی بہار آخر ہوئی تو اس خاندان پر بھی تنزّل آیا ہوش کی آنکھیں کھولیں تو دینداری جوانوں سے زیادہ بوڑھوں میں اور مردوں سے زیادہ عورتوں میں تھی" (ماہنامہ الحق ربیع الاول ۱۳۹۲ھ) دوسری جگہ وضاحت سے لکھتے ہیں کہ "راقم الحروف کا تعلق سید احمد صاحبؒ کے خاندان سے ہے"

ولادت : آپ حضرت علامہ حکیم عبدالحی صاحبؒ بن مولوی سید فخر الدین صاحب خیالی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنو کے فرزند ارجمند ہیں - آپکی پیدائش محرم الحرام ۱۳۳۳ھ میں ہوئی - آپ کا نام "علی" رکھا گیا - خود فرماتے ہیں کہ " علی نام، ابوالحسن کنیت ، والد کا نام سید عبدالحی (مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء و مصنف تصانیفِ کثیرہ) راقم کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء النبی صاحبؒ تھے جو مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم اور دوسرے مشاہیر کے شیخ طریقت تھے ، اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ اور مرشد تھے "

ابتدائی تعلیم : قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے وطن رائے بریلی میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھیں ،

والد صاحب کا انتقال : ۱۹۲۳ء کے شروع میں آپ کے والد صاحب انتقال فرما گئے ، اُس

وقت آپ کی عمر ۱۰ سال تھی، والد صاحب کے انتقال کر جانے کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کی نگرانی آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر عبد العلی صاحب (فاضلِ دیوبند) بی، ایس سی، ایم، بی، بی، ایس نے کی۔ اس وقت وُہ لکھنو میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے۔ صرف و نحو، ادب و درسیات کی تعلیم آپ نے شیخ خلیل بن محمد بن شیخ حسین الیمانی اُستاد نواب صدیق حسن خان سے پائی، جنہوں نے نہایت شفقت و توجہ سے تعلیم دی، آپ اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ انہی کے ممنون نظر آتے ہیں۔

فاضلِ ادب: ۱۹۲۹ء میں (جب کہ آپ کی عمر ۱۵، ۱۶ سال کے قریب تھی) آپ نے "فاضلِ ادب" لکھنو یونیورسٹی کا امتحان دیا اور درجۂ اوّل میں کامیاب ہوئے۔

فاضلِ حدیث: اسی طرح دوسرے سال ۱۹۳۰ء میں "فاضلِ حدیث" کا امتحان پاس کیا۔ خود فرماتے ہیں کہ وہ لیکن (راقم) اب اس پہ نادم ہے"

دار العلوم ندوۃ العلماء میں: ۱۹۲۹ء میں آپ نے مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے درسِ حدیث لینا شروع کیا۔ دو سال کے عرصہ میں حدیث کی کتابیں اور کتبِ صحاح نہایت تحقیق سے پڑھیں۔

ادب و انشاء و تفسیر میں شیخ محمد تقی الدین ہلالی مراکشی سابق ادیب اوّل دار العلوم ندوۃ العلماء سے استفادہ کیا۔ ان کے بارے میں خود فرماتے ہیں "جن کو اگر نہ دیکھا ہوتا تو عربی زبان و ادب کے بہت سے مبادی و بدیہات زبان کی تعلیم کے بہت سے حقائق و اصول نظر سے ہمیشہ اوجھل رہتے، اور عجمیت و ہندیت کے اثر سے کلیتہً آزادی نصیب نہ ہوتی۔ ان کو اگر نہ دیکھا ہوتا تو قرنِ ثانی و ثالث کی زبان کو مُردہ اور صرف کاغذ کے نقش و نگار سمجھتے، اس ایک شخص میں سلف

لہ شیخ خلیل عرب صاحب کا ایک مجتہدانہ نصاب تھا جو ہندوستان میں بالکل نیا تھا۔ انہوں نے عادی صرف اور تحریر و انشاء کی مشق کے ساتھ آپ کو مصر و بیروت کے سلسلۂ قرات (ریڈرز) المطالعۃ العربیۃ الطریقۃ المتبکرہ ۱۵ اجزاء۔ مدارج القراۃ کے بعد ابن المقفع کی کلیلہ و دمنہ، مجموعہ من النظم و النثر، نہج البلاغۃ، معری کی سقط الزند حماسہ، جرجانی کی دلائل الاعجاز، مختصر تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ بڑے ذوق سے پڑھائیں۔ عربی کے قواعد کیلئے ابو الحسن علی اضریر کے "رسالہ الضریری" کی عملی مشق کرائی اور بقول صاحب ترجمہ "یہی مشق اس وقت تک کام آ رہی ہے۔"

کی احتیاط اور علمی تورع (عدمِ تحقیق کی حالت میں بے تکلف لَا اَدرِی (میں نہیں جانتا) کہہ دینا) مغرب اقصیٰ خصوصاً اہلِ شنقیط کا حفظ واستحضار، اہلِ لغت کا اتقان، علمائے نحو کی پختگی اور اہلِ زبان کی شیریں نوائی اور خوش گفتاری جمع تھی، بات کرتے تھے تو مُنہ سے پھول جھڑتے تھے، ہر جملہ ادب کی جان ہوتا تھا، جس کو آدمی جس ادب کی کتاب کے حاشیہ پر چاہے لکھ لے، میں نے "اغانی" اور "جاحظ" کی کتابوں کی زبان بولتے ہوئے ان کے سوا کسی کو نہیں سُنا، جو لکھتے تھے وُہی بولتے تھے اور جو بولتے تھے وہی عربی زبان کا روزمرہ اور محاورہ ہے۔ ہلالی صاحب سے عربی ادب وشعر کی کتابیں پڑھنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، لیکن اس سے زیادہ مفید ان کی صحبت اور مجالس وسفر کی رفاقت تھی ..... یہ زمانہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں عربی کی بہار کا تھا۔ ادھر ہلالی صاحب کا فیض عام تھا، اُدھر ہمارے دوست مولانا مسعود عالم ندوی عربی کا رسالہ "الضیاء" نکال رہے تھے، عربی زبان وتحریر، نقد وتبصرہ گویا اوڑھنا بچھونا ہو رہا تھا، مصری، شامی، عراقی اور (الجزائری ومراکشی) رسائل وجرائد تبادلہ میں آتے تھے، پڑھے جاتے تھے۔ اور اُن پر گفتگو رہتی تھی، یہ میرے عربی اخبار بینی کی عمر کا بچپن تھا، عربی ادب کی کتابیں پڑھ لینے عربی اساتذہ کی صحبت میں رہنے کے باوجود اخبارات کا بڑا حصّہ سمجھ میں نہ آتا، اس لیے نہیں کہ ہندوستانی علماء کے بقول (جو سراسر غلط فہمی ہے) یہ کسی جدید عربی میں ہوتے تھے بلکہ طرزِ ادا اور اشتقاق کی ناواقفیت کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ بھائی صاحب (عبد العلی) کی مدد سے مَیں نے اخبار پڑھنا شروع کیا اور اس سے جتنا فائدہ اور تعبیر اور اظہارِ خیال میں جتنی قدرت حاصل ہوئی ادب وزبان کی کسی کتاب یا کتابوں سے نہیں ہوئی۔" (بحوالہ ماہنامہ الحق)

دار العلوم دیوبند میں: حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب (خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکیؒ) سے دو سال میں تحقیقی طور پر درسِ حدیث کی تکمیل کے بعد آپ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، وہاں چند مہینے دار العلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی خدمت میں اور لاہور میں حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے درسِ قرآن پاک میں باقاعدہ شریک رہے اور امتحان میں امتیاز سے کامیاب ہوئے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کا آغاز: ۱۹۳۴ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں معلّم کی

حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا اَور ایک مدّت تک تفسیر، حدیث اَور ادب کے اسباق پڑھاتے رہے۔

تصنیفی خدمات ۲۸۶ - ۱۹۲۷ء میں ایک رسالہ "توحید" نامی جو امرتسر میں مولانا داود غزنوی کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا تھا "تیرھویں صدی کا مجددِ اعظم" کے عنوان سے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے متعلق مولوی محی الدین قصوری مرحوم کا ایک سلسلہ وار مضمون شائع ہُوا۔ اپنے بڑے بھائی صاحب کے حکم سے ۱۹۲۹ - ۱۹۳۰ء میں آپ نے اُس کا عربی میں آزاد ترجمہ کیا جو آپ کے اُستاد شیخ تقی الدین ہلالی صاحب کی اصلاح کے بعد علامہ سیّد رشید رضا مصری مرحوم نے پہلے اپنے مجلّہ "المنار" میں شائع کیا اور پھر "ترجمۃ السید الامام احمد بن عرفان" کے نام سے علیحدہ رسالہ کی شکل میں بھی چھاپ دیا۔ آپ خود فرماتے ہیں "اس موضوع سے یہ میرا پہلا تعلّق تھا"۔

نیز "والدِ مرحوم مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحب کی تصنیفات کو الٹتے پلٹتے، ان کا ایک مسوّدہ "ارمغانِ احباب[1]" کے نام سے ہاتھ آگیا جو انہوں نے اپنی ۲۶ سال کی عمر میں لکھا ہے اَور ۱۳۱۲ھ کے طالب علمانہ سفروں کا روزنامچہ ہے۔ انہایت سادہ اَور بے تکلف لیکن اُس نے میرے دل پر بڑا اثر کیا، مردانِ خدا کی محبّت اَور دین کی چاشنی محسوس ہوئی، حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے اصلی قلبی تعلّق اسی رسالہ سے پیدا ہوا"۔

آپ کے علمی و تحقیقی مقالات کو شمار میں نہیں لایا جا سکتا، اب آپ کی صرف مستقل تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱: ۱۹۳۶ء میں آپ نے سید صاحبؒ اَور ان کی جماعت و خلفاء کا مبسوط تذکرہ "التذکرۃ" کے نام سے لکھا جس کے ۳۰۰ کے قریب صفحات ہیں۔

۲: "سیرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ" حصّہ اوّل و دوّم۔

۳: "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" مصنف کی جن تصانیف کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی ہے، ان میں ایک یہ بھی ہے۔ عربی میں اس کا چھٹا ایڈیشن "قاہرہ" سے شائع ہو چکا ہے۔ انگریزی میں اس کے لاہور اَور لکھنؤ سے دو دو ایڈیشن منظرِ عام پر آگئے ہیں۔

---

[1] یہ سفرنامہ پہلے رسالہ "معارف" اعظم گڑھ میں بالاقساط شائع ہوا، پھر انجمن ترقی اُردو دہلی، اور مکتبہ ندوۃ العلماء کی طرف سے "دہلی اور اس کے اطراف" کے نام سے شائع ہوا۔

اُردو میں بھی لکھنؤ سے چھٹا ایڈیشن قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے، فارسی، (ایرانی) میں دوسرا ایڈیشن ہے، ترکی، (انقرہ) میں پہلا ایڈیشن چل رہا ہے۔ اس کتاب کا عربی نام "مَاذَا خَسِرَ الْعَالَمُ بِانحطاطِ المسلمین" ہے۔

مملکتِ سعودیہ کی وزارتِ تعلیم نے اس کتاب کو اپنے کلیات (کالجوں) کے نصاب میں داخل کیا ہے۔ کتاب کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر آصف قدوائی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کا نام "(Islam and the World)" ہے۔ اب انگلستان کا ایک مؤقر ادارہ "انگلش یونیورسٹیز پریس" (English Universities Press) اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں قارئین کو یہ معلوم کر کے دلچسپی اور خوشی ہوگی کہ جب اس کتاب کو اس ادارہ نے اپنے علمی مشیروں اور ماہرینِ فن کے سامنے اظہارِ رائے کیلئے پیش کیا تو ڈاکٹر بکھنگم (لندن یونیورسٹی میں مڈل ایسٹ سیکشن کے چیرمین) نے ان الفاظ میں اس پر تبصرہ کیا کہ "کتاب کو برطانیہ سے شائع ہونا چاہیے، کیونکہ اس صدی میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقہ پر ہوئی ہے اس کا نمونہ اور تاریخی دستاویز ہے"۔

اس کے بالمقابل دوسرے ماہرِ فن سارجنٹ نے جو کیمرج میں ڈاکٹر آربری کے معاون ہیں، یہ رائے دی کہ "اگر برطانیہ میں کسی کتاب کی درآمد پر پابندی لگانے کا رواج ہوتا تو میری سفارش یہ ہوتی کہ اس کتاب کے داخلہ پر پابندی عائد کی جائے، اس لیے کہ اس کتاب میں صرف مغربی تہذیب کی مذمّت کی گئی ہے"۔

ان دو متضاد آراء کے پیشِ نظر ادارہ نے اس کو ایک تیسرے صاحبِ نظر اور ماہرِ اسلامیات نامور مستشرق پروفیسر مونٹگمری واٹ صدر شعبۂ اسلامیات ایڈنبرا یونیورسٹی کے حوالہ کیا کہ وُہ اپنی فیصلہ کن رائے دیں، انہوں نے اس کتاب کو اشاعت کا مستحق قرار دیا اور اس کی طباعت کی تائید کی۔

۱۹۶۵ء میں ایران کے سنجیدہ اور باوقار اسلامی ادارہ "جلسات علمی اسلام شناسی" (قُم) نے اس کا فارسی ترجمہ "باضعفِ مسلمین دنیا درخطر سقوط" کے نام سے شائع کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وُہ ایران میں شوق اور دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے۔ اسی طرح اسی سال میں اس کا ترکی ترجمہ

بھی شائع ہوکر علمی حلقوں میں پہنچ گیا ہے۔ الغرض مصنف کی یہ تصنیف مغرب کے لیے ایک چیلنج اور مشرق کے لیے ایک تازیانہ ہے۔ اس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی چودہ سو سالہ تاریخ جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اس کا اُردو ایڈیشن "مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام" ندوۃ العلماء لکھنؤ نے نہایت خوب صورتی کے ساتھ چھاپا ہے، اس کے ۴۵۲ صفحات ہیں۔

۴: "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد اوّل — اس جلد میں پہلی صدی ہجری سے لے کر نویں صدی ہجری تک کی روداد اصلاح و دعوت کا پُراثر بیان ہے، شخصیتوں کے لحاظ سے سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ سے لے کر مولانا جلال الدین رومیؒ تک اصحابِ دعوت و عزیمت کا تعارف اور ان کے مُصلحانہ اور اولوالعزمانہ کارناموں کی تفصیل ہے، ۳۸۶ صفحات ہیں۔

جلد دوم — میں آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم و مصلح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی سوانح حیات ان کی صفات و کمالات، ان کی علمی و تصنیفی خصوصیات، ان کا تجدیدی و اصلاحی کام اور مقام اور ان کی اہم تصنیفات کا مفصّل تعارف اور ان کے ممتاز تلامذہ اور منتسبین کے حالات ہیں، یہ دونوں جلدیں مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوئیں۔ تین تین چار چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ کتاب پشاور یونیورسٹی بی۔ اے اسلامیات کے نصاب میں داخل ہے،

جلد سوم — میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ، حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی سوانح حیات، ان کے صفات و کمالات، ان کے تجدیدی و اصلاحی کام اور مقام، ان کے تلامذہ و منتسبین و مسترشدین کا تعارف، ابتداءً اس ملک میں سلسلہ چشتیہ کی آمد، تبلیغ اسلام اور خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور اُن کے جانشینوں کا تذکرہ ہے۔ تیسری جلد مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔

۵: "ہندوستانی مسلمان"۔ یہ کتاب ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا کردار، ان کے شہرۂ آفاق علمی و تعمیری کارنامے، زندگی و تمدّن پر گہری چھاپ، جنگِ آزادی میں قیادت و راہنمائی ان کے موجودہ مسائل کا بیان ہے، عربی، اُردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں پیش کی گئی ہے۔ عربی اور اُردو مصنف کی اپنی ہے، انگریزی ترجمہ ڈاکٹر آصف قدوائی صاحب کا ہے۔ عربی میں اس کا نام "المسلمون فی الهند" اور انگریزی میں "Muslim in India"

ہے - یہ کتاب درحقیقت سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے -

۶ : "اسلام اینڈ دی ورلڈ" (Islam and the world) یہ مولانا کی کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" کا انگریزی ترجمہ ہے - اِس کے مترجم ڈاکٹر محمد آصف قدوائی نے اس کا رواں دواں شستہ اَور شگفتہ انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو لکھنؤ سے شائع ہوا ہے -

۷ : "القادیانی وَالقادیانیۃ" (عربی) ردّ قادیانیت پر آپ کی یہ ایک اہم سنجیدہ کتاب ہے، جس میں مناظرانہ طرز سے ہٹ کر خالص علمی، تحقیقی اَور تاریخی نقطۂ نظر سے تحریک قادیانیت اَور بانیٔ تحریک کا تجزیہ کیا گیا ہے، اس موضوع پر عربی زبان میں یہ اوّلین تصنیف ہے -

۸ : "قادیانیت" (مطالعہ و جائزہ) اُردو میں ۱۹۶۶ء تک اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے تھے، لکھنؤ سے شائع ہوئی، ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے - بہت البیلی کتاب ہے - اس کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اس کا نام "Qadyanism" ہے

۹ : "رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام" دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر آپ نے وہاں کے طلبہ و علماء کو اس موضوع پر عالمانہ لیکچرز (محاضرات) دیئے - بعد میں مکتبہ دار الفتح دمشق کی طرف سے یہ کتاب نہایت خوبصورتی کیساتھ شائع کی گئی، کتاب کے ۳۰۴ صفحات ہیں، ابتدائیہ کلیۃ الشرعیہ، دمشق کے فاضل پرنسپل جناب مصطفیٰ السباعی مرحوم کے قلم سے ہے - پہلی بار ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی، دوسری بار ۱۹۶۵ء میں -

۱۰ : "مختارات من ادب العرب" - یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں دوسری بار بیروت (لبنان) سے شائع ہو چکی ہے، عربی ادب کے طلبہ کے لیے ایک بیش قیمت خزانہ ہے - ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے - پشاور یونیورسٹی کے ایم - اے عربی کے نصاب میں بھی داخل ہے -

۱۱ : الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ والغربیۃ - ۱۹۶۵ء میں پہلی بار لبنان سے شائع ہوئی، صفحات ۲۵۶ ہیں -

۱۲ : "مسلم ممالک میں اسلامیت اَور مغربیت کی کشمکش" مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام

لکھنو نے شائع کی ہے ، اپریل ۱۹۶۴ء میں اس کا پہلا ایڈیشن منظرِ عام پر آیا ۔ صفحات ۲۶۰ ہیں، یہ الصراع (جو ۱۱ نمبر پر مذکور ہے) کا اُردو ترجمہ خود مصنف کے قلم سے ہے ۔

۱۳ : روائع اقبال ـــــ مصنف علاّمہ اقبالؒ سے بہت متاثر ہیں، خود فرماتے ہیں کہ "زندگی کے طویل تر دور میں علاّمہ اقبال مرحوم کا بڑا غلبہ رہا ہے ، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی معاصر شخصیت کے افکار کا اتنا گہرا اثر دماغ پر نہیں پڑا ۔ جتنا علاّمہ اقبالؒ کے کلام کا ، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وُہ ان خیالات و تمناؤں کی ترجمانی کرتے ہیں جو رُوح و جسم میں پیوست ہو چکی ہیں . . . علاّمہ مرحوم سے ۱۳۵۶ھ / ۱۹۲۷ء میں دوسری ملاقات کی ، اور کئی گھنٹے ان کے التفات وارشادات سے محظوظ ہوتا رہا ، جس کا خلاصہ پنجاب کے ایک رسالہ میں "عارف ہندی کی خدمت میں چند گھنٹے" کے عنوان سے شائع ہوا ۔

علاّمہ اقبال مرحوم کی وفات کے بعد مِصر میں پڑھے جانے کے لیے ایک مفصّل و طویل مضمون علاّمہ مرحوم کی زندگی و خصوصیات پر لکھا اور بعد میں عالمِ عربی میں ان کے تعارف کی سب سے زیادہ کامیاب کوشش کی توفیق "روائع اقبالؒ" کے ذریعہ ہوئی ، جس نے بلادِ عربیہ کے نوجوانوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی "۔ یہ کتاب بھی دمشق اور مصر سے شائع ہو چکی ہے ۔ کتاب کے آغاز میں مصنف اور علاّمہ اقبال کی ملاقاتوں کا تذکرہ بھی موجود ہے ۔ آپ نے نہ صرف حضرت علاّمہ کی زندگی کے مختلف گوشوں سے نقاب کشائی کی ہے بلکہ ان کے بیسیوں اشعار کو عربی زبان میں منتقل کر کے ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے ۔

۱۴ : "مذکرات سائح" ـــــ یہ کتاب بھی عربی میں ہے ، افسوس کہ راقم کی نظر سے ابھی تک نہیں گذری ، اس لئے اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کیا جا سکتا ۔

۱۵ : موقف العالم الاسلامی (عربی میں) ۱۶ : قصص النبیین للاطفال ـــ ۳ حصے

۱۷ : اسمعوھا منّی صریحۃ ایھا العرب ـ ۱۸ : ردۃ ولا ابا بکر لھا ـ

۱۹ : ثورۃ فی التفکیر ـ ۲۰ : الدعوۃ الاسلامیہ فی الھند ـ

لہ حال ہی میں اس کا اُردو ترجمہ مولوی شمس تبریز خان کے قلم سے مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنو نے "نقوشِ اقبالؒ" کے نام سے شائع کیا ہے ۔

۲۱ : ملّتِ ابراھیم - ۲۲ : بین الصورۃ والحقیقۃ - ۲۳ : کیف نوجہ المعارف -
۲۴ : دعوۃ و تاریخ - ۲۵ : موقف المسلم - ۲۶ : المضیف والجائع
چند ایک اُردو کی کتابیں بھی ملاحظہ ہوں -

۲۷ : "مذہب و تمدّن" ــــ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل یہ آپ کا ایک تحقیقی مقالہ ہے جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی تحریک و فرمائش پر لکھا گیا اور ۱۹۴۲ء میں ایک منتخب علمی مجلس میں، جس میں جامعہ کے فاضل اساتذہ، طلبہ اور دہلی کے اہلِ علم و اہلِ ذوق شریک تھے، پڑھا گیا اور پسند کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں مکتبہ جامعہ ملیّہ کی طرف سے "مذہب و تمدّن" کے نام سے یہ رسالہ شائع ہوا اور جلد نایاب ہوگیا، دوبارہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ نے شائع کیا، بعد ازاں مصنّف کی خاص اجازت سے "ادارہ نشریاتِ اسلام" رحیم یار خان نے اسے خوبصورتی کے ساتھ شائع کیا ہے - اس میں مذہب، فلسفہ اور تمدّن کے مشترک سوالات پر نہایت عمدگی کے ساتھ محققانہ انداز میں بحث کی گئی ہے -

۲۸ : "انسان کی تلاش"

۲۹ : "سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ" ــــ یہ عہدِ حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت اُن کے نمایاں صفات، ان کا اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلّق باللہ، خلوص و محبّت، فیض و تاثیر اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز اور دل آویز تذکرہ ہے - کتاب کے ۱۵ باب ہیں، مقدّمہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ کے قلم سے ہے - پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، اب دوسرا چل رہا ہے - بڑے سائز کے ۳۵۲ صفحات ہیں -

۳۰ : "نیا طوفان اور اُس کا مقابلہ" یہ کتاب عربی، اُردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں ہے -

۳۱ : "مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت" یہ بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور ان کی دینی دعوت کا مفصّل تذکرہ ہے -

۳۲ : "مکتوبات مولانا محمد الیاسؒ" ــــ عنوان تعارف کا محتاج نہیں -

۳۳ : "مکاتیبِ یورپ" ــــ آپ ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء کو اسلامک سینٹر (جنیوا) کی دعوت

پر "جنیوا" تشریف لے گئے ۔ اور یورپ کے مختلف ملکوں کا دورہ کیا، ان شہروں میں لندن، پیرس، گلاسکو، جنیوا، برلن اور اسپین کے شہر قابلِ ذکر ہیں، اس سفر کے دوران آپ نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مختلف خطوط بھیجے، ان خطوط میں ان ملکوں کی دینی، اخلاقی، تاریخی اور تمدّنی حالت پر سیر حاصل تبصرہ ہے ۔ وہاں کے علمی اداروں، مشہور شخصیتوں اور قابلِ دید آثار و مقامات کا تذکرہ شامل ہے ۔ یہ خطوط نہایت دلچسپ، ہلکے پھلکے اور پُر از معلومات ہیں، ان کے مطالعہ سے مغربی تہذیب وتمدّن کی اچھی خاصی جھلک سامنے آجاتی ہے ۔ افادۂ عام کے لیے ان خطوط کو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے، ان کو پڑھیئے اور مقامات کی سیر کیجیئے ۔

۳۴ : "مقامِ انسانیت" ۔ ۳۵ : پیامِ انسانیت ۔ ۳۶ : نشانِ راہ ۔ ۳۷ : دو ہفتے ترکی میں ۔
۳۸ : شرقِ اوسط میں کیا دیکھا ؟ ۳۹ : سیرتِ محمدی کا پیغام بیسویں صدی کی دنیا کے نام ۔
۴۰ : صورت و حقیقت ۔ ۴۱ : ہندوستانی پورو ج ۔ ۴۲ : مردِ خدا کا یقین ۔ ۴۳ : نیا خون،
۴۴ : آنکھوں کی سوئیاں ۔ ۴۵ : سیرتِ محمدی دعاؤں کے آئینہ میں ۔ ۴۶ : یہ اخلاقی گراوٹ کیوں؟
۴۷ : ہندوستانی سماج کی جلد خبر لیجیئے ۔ ۴۸ : طالبانِ علومِ نبوّت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں ۔
۴۹ : عرب قوم پرستی ۔ اسلامی نقطۂ نظر سے خطرناک کیوں ؟ ۵۰ : صحبتے با اہلِ دل دوسرا ایڈیشن
۵۱ : کاروانِ مدینہ —— مختلف تقریروں اور مضامین کا مجموعہ جن کا تعلق ذاتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک سیرت، اس کی تعلیمات، پیام، اُس کے عطیات و احسانات اور اُس کے عالمگیر نتائج و اثرات سے ہے ۔ آخر میں ایک نعتیہ تمثیلی مشاعرہ بھی ہے جس میں فارسی اور اُردو کے مشہور شعراء نے بارگاہِ نبوّی میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے ۔

ان تقریروں اور مضامین کا بیشتر حصّہ پہلے عربی میں لکھا گیا تھا پھر اس کو مصنف نے خود یا ان کے بعض عزیزوں نے اُردو میں منتقل کیا، اور وُہ مختلف موقر رسائل و مجلات میں شائع ہوئے ۔ اس کا عربی نام " الطریق الی المدینہ " ہے جو جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ میں مدینہ منورہ سے شائع ہوئی، کتاب پر مقدمہ شام کے ممتاز عالم اور ادیب اُستاد علی طنطاوی (سابق جج ہائی کورٹ شام) کے قلم سے ہے ۔ اس کے عنوانات ایک نظر

میں ملاحظہ ہوں - ۱ - عالمِ نو - ۲ - صورِ زندگی - ۳ - غارِ حرا کی روشنی میں[1] - ۴ - نبوّت کا کارنامہ[2] ۵ - نبوت کا عطیہ - ۶ - امّت کے وفود آقا کے حضور میں[3] - ۷ - سیرت کا پیغام - ۸ - اقبال درِ دولت پہ[4] - ۹ - حضور و سرور[5] - ۱۰ - حدیثِ مدینہ[6] - ۱۱ - سیّد العرب والعجم کے حضور میں شعرائے عجم کا خراجِ عقیدت - فارسی شعراء کی نذرِ عقیدت - ۱۲ - اور اُردو شعراء کی نذرِ عقیدت، صفحات ۲۷۰ ہیں -

۵۲ : "تذکرہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی" — چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اولیسِ زمانہ حضرت مولانا فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوّف شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی رُوح ہے - وُہ حضرات جو درد و محبّت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کے لیے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے -

۵۳ : "طوفان سے ساحل تک" — یہ نومسلم محمد اسد صاحب کی کتاب (Road to Mecca) کے عربی ترجمہ "الطریق الی مکۃ" جو خود مصنف نے آپ کو بھیجا تھا مصنف کی اجازت سے آپ نے اُس کا ترجمہ اور تلخیص "طوفان سے ساحل تک" کے نام سے شائع کیا ہے، یہ کتاب ہر جویائے حق اور صاحبِ ذوق کے پڑھنے کی ہے -

۵۴ : "تبلیغی تقریریں" (مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور آپ کی تقاریر کا مجموعہ) -

۵۵ : "معرکہ ایمان و مادیت" — (عربی) اُردو ترجمہ مولانا محمد حسنی، صفحات ۱۴۴۔ اُصلاحیات،

---

[1] ایک تقریر کا ترجمہ جو ربیع الاول میں سعودی ریڈیو سٹیشن (جدہ) سے نشر کی گئی جس کا ترجمہ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے کیا اور ماہنامہ الفرقان لکھنو ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ میں شائع ہوا -

[2] یہ مضمون ۱۹ دسمبر ۱۹۵۹ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی یونین ہال میں شعبہ دینیات کی دعوت پر پڑھا گیا اور ماہنامہ "الفرقان" بابت ماہ رجب ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوا - تمہید حذف کر دی گئی ہے - [3] یہ اُس عربی تقریر کا ترجمہ ہے جو ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ میں سعودی ریڈیو سٹیشن جدّہ سے نشر کی گئی بعد میں اس کا اُردو ترجمہ بھی نشر ہوا جو محمد الحسنی کے قلم سے ہے، یہ فیچر کے طور پر ہے

[4] یہ اُس عربی تقریر کا ترجمہ ہے جو "اقبال فی مدینۃ الرسول" کے عنوان سے ۱۹۵۶ء میں دمشق ریڈیو سٹیشن سے نشر کی گئی تھی -

[5] حضور و سرور دراصل حج کی آپ بیتی ہے جسے پڑھ کر دل اور آنکھوں پر کنٹرول نہیں رکھا جا سکتا - [6] حجاز و مصر و شام سے آپ کی واپسی پر آل انڈیا ریڈیو سے "فی مہدِ الرسول" عنوان سے نشر کی گئی تھی -

اسی طرح بیسیوں کتابوں پر آپ کے تحقیقی مقدمے بھی ہیں جنمیں معارف الحدیث اور "سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری" خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یہ آپ کی گرانقدر تصانیف کی ہلکی سی جھلک ہے جس سے مصنف کے علمی و تصنیفی مقام کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتاہے، پاکستانی رسالوں میں سے "الحق" "البلاغ" اور "خدام الدین" میں آپ کے بلند پایہ مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کا علمی مقام: آپ کے علمی مقام کا اندازہ لگانے کے لیے درجِ ذیل چند اشادات کا مطالعہ کافی ہوگا۔

- آپ ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظم اور معتمدِ تعلیم ہیں۔
- صدر مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنو۔
- رکن عربی اکیڈیمی دمشق۔
- رکن مجلسِ شوریٰ جامعہ اسلامیہ، "مدینہ منورہ"
- رکن مجلسِ تاسیس رابطۂ عالمِ اسلامی، مکہ مکرمہ۔
- رکن مجلسِ عاملہ موتمرِ عالمِ اسلامی بیروت۔
- رکن مجلسِ انتظامی اسلامک سینٹر جلیوا۔
- رکن مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند (بحوالہ "دارالعلوم دیوبند" از قاری محمد طیب صاحب مدظلہم ص ۱۰۱)۔
- رکن مجلس انتظامی و مجلس عاملہ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔
- سابق وزیٹنگ پروفیسر دمشق یونیورسٹی۔
- سابق وزیٹنگ پروفیسر ـــــــــــــــ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

صوفیانہ مسلک: پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ آپ نے علمِ تفسیر میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی سے استفادہ کیا، خود اعتراف کرتے ہیں "میرے قرآن مجید کے مطالعہ میں مولانا احمد علی صاحب کے مجلسِ درس کا فیض اور برکت شامل ہے" قرآن پاک کی تفسیر کے ساتھ حضرت شیخ التفسیر سے باطنی اصلاح بھی کروائی۔ انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے پھر "تکمیل اسباق" کے بعد حضرت نے "خلافت" بھی عطا فرمائی۔ حضرتؒ کی سوانح "مردِ مومن" کے ص ۸۷ پر

"حضرت کے خلفاء" میں تیسرے نمبر پر آپ کا اسمِ گرامی موجود ہے۔ اسی کتاب کے صنا۱۲ پر "مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کا بیان" مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ "راقم السطور کو مولانا (احمد علی) کی خدمت میں ۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھا اور مجھے آپ سے علمی تلمذ اور باطنی تعلّم دونوں کا شرف حاصل تھا"۔

مولانا علی میاں کی تصانیف کے بارے میں میری رائے: دورِ جدید کے تمام لکھنے والوں میں حضرۃ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کا جو مقام ہے وُہ کسی دوسرے کا نہیں۔ آپ کی تحریر کا مایہ الامتیاز "سوزِ دروں" ہے جو قارئین کے دلوں میں بھی سوز پیدا کر دیتا ہے اور پھر آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ آپ کی تصانیف دورِ جدید کے تمام فتنوں کا بہترین علاج ہیں۔ کالج اور یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ وطلبہ نیز عام مسلمانوں کو ان کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وُہ آپ کو تا دیر سلامت رکھے اور بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ماخذ و مصادر:- ۱۔ مولانا موصوف کی تصانیف۔ ۲۔ تراجم علمائے حدیث ہند ج اموٗلفہ ابویحییٰ امام خان نوشہروی۔ ۳۔ دارالعلوم دیوبند از مولانا قاری محمد طیب صاحب۔ ۴۔ "مردِ مومن" موٗلفہ عبدالحمید خان۔ ۵۔ ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت مولانا سید مرید احمد شاہ صاحب بند کورائی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان تقریباً ۶۳ سال کی عمر میں ۱۶ ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۷۳ء بروز جمعۃ المبارک بوقت ۸ بجے صبح انتقال فرما گئے ہیں۔ انّا للّٰہ واناّ الیہ راجعون۔ حضرت مرحوم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے شاگرد اور حضرت مدنیؒ کے مرید تھے۔ حضرت زہد و تقویٰ، تواضع اور انکساری میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ بہت خلیق انسان تھے۔ تقسیم سے پہلے جمعیۃ علماء ہند اور تقسیم کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے، رحمہُ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً (حافظ محمد زکریا) ادارہ "انوارِ مدینہ" حضرت مولانا کے لیے دست بدعاء ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں بلند درجات عطا فرمائے۔ قارئین انوارِ مدینہ سے بھی گزارش ہے کہ وہ حضرت کے لیے دعاء فرمائیں۔

نظم

حضرت مولانا سید مسعود علی آزاد مدظلہ

خلیفہ مجاز حضرت رائپوری قدس سرہ

تجھے پا سکوں یہ خیال بھی نہ یقین میں نہ قیاس میں
مگر اک اُمید ہے نغمہ زن مری زندگی کے لباس میں

کسی اور منزلِ خاص تک یہ حدودِ وسعتِ غم سہی
غمِ دو جہاں تو سما چکے مِرے عشقِ رمز شناس میں

یہ بجا کہ تلخ ہے زندگی مگر اے کشاکشِ بندگی
ہے شکایتوں میں نصیب کب جو مزا ہے شکر و سپاس میں

مرے عزمِ پائے ثبات نے مجھے اور آگے بڑھا دیا
کہ جھلک سکوں کی دکھا گیا کوئی راہِ خوف و ہراس میں

کبھی اضطرابِ فراق ہے، کبھی اہتمامِ وصال ہے
مرے دل کا حال بھی ہے عجب کبھی آس میں کبھی یاس میں

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

تقریظ و تنقید

تبصرہ کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیں

"مرشدِ جیلانیؒ کے ارشاداتِ حقّانی"

تالیف : مولانا محمد حنیف یزدانی۔

صفحات : ۱۰۴ قیمت : تین روپے کاغذ : درمیانہ

ملنے کا پتہ : مکتبہ نذیریہ، اسٹیگین سٹریٹ، اچھرہ، لاہور۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ گرامی سے ایک دنیا متعارف ہے۔ آپ برّصغیر کے اولیاء اللہ کے سرخیل مانے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو آپ سے آپ کے فقید المثال زہد و تقدس اور تقویٰ و طہارت کے باعث بے پناہ عقیدت ہے۔ ہند و پاک میں آپ کے ان گنت عقیدت مند موجود ہیں، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ سے محبّت و ارادت کا دعویٰ رکھنے والوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو آپ کے ارشادات و تعلیمات سے ناواقف ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کے اقوال و افعال آپ کے طریق کے برعکس ہوتے ہیں۔ خصوصاً توحید ایسے اہم اور بنیادی مسئلہ کے بارے میں تو ایسے لوگوں نے زبردست دھوکہ کھایا ہے اور اس سلسلہ میں حضرت کے ارشادات اور آپ کی جلیل القدر تصانیف سے کوئی رہبری حاصل نہیں کی۔ ضرورت تھی کہ حضرت کی تعلیمات خصوصاً توحید کے بارے میں حضرت نے جو تعلیم دی ہے اُسے عام کیا جائے۔ شاید اس طرح عوام النّاس کی اصلاح ہو جائے۔

اسی ضرورت کے پیشِ نظر زیرِ تبصرہ کتاب میں لائق مؤلّف نے حضرت کی تصانیف سے مسئلہ توحید سے متعلّق اقتباسات جمع فرمائے ہیں اور اس مناسبت سے کتاب کا نام "مرشدِ جیلانیؒ کے ارشاداتِ حقّانی دربارۂ توحیدِ ربانی" رکھا ہے۔ یہ کتاب حضرت کے صحیح معتقدین کے لیے ایک تحفہ ہے۔

کتاب میں حضرت شیخ کے اقوال اور آپ کی کتابوں کے اقتباسات کے علاوہ توحید سے متعلق

قرآنی آیات، احادیث اور بہت سے بزرگانِ دین کے اقوال بھی درج فرماتے گئے ہیں۔
ابتدائی اوراق میں حضرت شیخ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی رقم فرمائے گئے ہیں۔ نیز یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ "غنیۃ الطالبین" حضرت ہی کی تصنیف ہے۔
اگرچہ تبصرہ نگار نے کتاب کے چند ہی صفحات کا مطالعہ کیا ہے۔ تاہم یہ اندازہ ہوگیا ہے کہ کتاب بہت مفید ہے اور اس پر کافی محنت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم مؤلف کو اس کی جزاء دے اور ایسے لوگوں کو جو بزرگوں کی تعلیمات سے انحراف کر کے من گھڑت عقائد و بدعات کو رواج دیتے ہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا
سید حسین احمد مدنیؒ

شائع کردہ: مکتبۂ ظفر ناشر قرآنی قطعات محلہ فیض آباد سرگودھا روڈ، گجرات
اس کتاب میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السیّد حسین احمد المدنیؒ کے مناقب و کرامات اور آپ کے بارے میں آرار گرامی یکجا کر دی گئی ہیں۔
خصوصیّت یہ ہے کہ واقعات کو باحوالہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ وہ آپ کے فیوض و برکات سے زیادہ سے زیادہ متمتّع ہوں۔

صفحات ۳۰۴ قیمت چار روپے پچاس پیسے

"احسان احمدؒ"

حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچی ہوئی ہے۔ وہ ایک شعلہ بیان خطیب اور جاں نثاران ختم نبوت میں سے تھے لیکن ان کے خطبات ضبط تحریر میں نہیں آسکے۔ جس کی بنا پر اس عظیم خطیب و باغ و بہار شخصیّت کے مآثر جمع کرنے ضروری ہوئے۔ لیکن یہ کام ہر کس و ناکس کے بس کا نہ تھا۔
بہت ہی بہتر ہُوا کہ اس کام کے لیے حضرتِ ممدوح کے داماد، جو خود ایک فاضل شخصیّت ہیں کمربستہ ہُوئے اور انھوں نے ایک ضخیم کتاب میں آپ کی ذات ستودہ صفات کے حالات قلم بند فرمائے۔

اس مجموعہ میں بہت سی قیمتی معلومات ہیں اور علمی شخصیّات سے متعارف ہونے والے خُوش نصیبوں کے لیے بہترین سرمایہ ہے۔

صفحات ۔ ۶۰۰ ۔ قیمت سولہ روپے

ملنے کا پتہ : مکتبۂ احسان، چہلیک کچہری روڈ ملتان۔

"تبلیغی جماعت پر چند عمُومی اعتراضات اور اُن کے مفصّل جوابات"

از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم۔

طابع وناشر: مکتبۂ زکریا، شہزادی بلڈنگ عالمگیر مارکیٹ لاہور۔

قیمت: تین روپے، قسم اعلیٰ مجلّد چار روپے پچاس پیسے۔ صفحات ۲۲۱

اِس کتاب کی افادیّت نام ہی سے ظاہر ہے، حضرت مؤلّف کی ذاتِ گرامی تعارف تقریظ و توصیف سے بلند ہے۔ علماء و عوام سب کے لیئے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

مدرسہ عربیہ دارالعلوم مدنیہ (رجسٹرڈ) کوٹ ادو ضلع مظفّر گڑھ

- اس مدرسہ میں کثیر التعداد طلبہ مسافر اور شہری زیرِ تعلیم رہتے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک کے علاوہ جملہ ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوتا ہے۔
- اس میں قرآن مجید حفظ وناظرہ مع تجوید کے علاوہ بشمول فارسی موقوف علیہ، دورۂ حدیث شریف تک تعلیم دی جاتی ہے۔
- مدرسہ کا جو پلاٹ خرید ا گیا ہے۔ اس میں ابھی تک ایک کمرہ بھی تعمیر نہیں ہوسکا۔

اس تعمیری کام میں حصّہ لینے کے واسطے مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ تعاون فرماکر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

خط وکتابت وارسال زر کا پتہ : احقر محمد مسعود مہتمم مدرسہ دارالعلوم مدنیہ۔ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

اسلامی کیلنڈر ڈھائی روپے سینکڑہ

بقیۃ السلف حضرت مولانا عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ العالی کی عطا کردہ دُعا برائے خیر و برکت سے مزیّن اسلامی کیلنڈر احباب میں تقسیم کے لیے اصل لاگت ڈھائی روپے میں فوری طلب کر لیں۔ ڈاک خرچ پچاس پیسہ علاوہ، رقم پیشگی، وی پی ہرگز نہیں ہوگا۔

محمد رمضان میمن، ایجنٹ رسالہ "انوارِ مدینہ" مدرسہ تعلیم الفرقان، توحید نگر، چاکی واڑہ، کراچی نمبر ا

جسمانی، دماغی، اعصابی کمزوری کی خاص دوا

شدھ مکر دھوج وٹی

یہ گولیاں جسمانی، دماغی ہر قسم کی طاقتوں کو بحال کرتی ہے۔ بینائی کی محافظ ہیں، گردہ، معدہ، سنگرہنی، مثانہ اور جگر کی کمزوری اور دل کی دھڑکن وغیرہ امراض کو رفع کرتی ہیں، ذیابیطس کا خاص علاج ہیں، چہرہ کی زردی، خون کی کمی، دُبلاپن، ضعفِ معدہ دور کرکے خون بڑھاتی ہیں۔ قیمت: پچاس گولی سات روپے۔ ایک گولی صبح و شام ہمراہ دودھ۔

حکیم محمد عبد اللہ آیور ویدک فارمیسی شاہ عالمی پاپڑ منڈی لاہور

★

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون

۶۲۹۳۲